ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ

الحمدللہ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام کتاب لاجواب الموسوم بہ

باغ خیال اکبر

عرف

دیوان اکبر

جسمیں حضرت اکبر میرٹھی اور اکبر داناپوری اور اکبر شاہجہانپوری کے نعتیہ کلام کا دلچسپ مجموعہ ہے اسکی موجودگی تمام نعتیہ کتابوں سے مستغنی کردیتی ہے

حسب فرمائش۔ ایس ریاض الدین تاجر کتب آگرہ

الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

طرحِ اندازِ بنِ کون و مکاں تو ہی تو تھا — خوش نوائے حرف سازِ کن فکاں تو ہی تو تھا

زمزمہ سنجِ نوائے فادخلوہا خالدین — رنگ آمیزِ چمن زارِ جناں تو ہی تو تھا

ہر گل و برگ و ثمر میں رنگ و بو بنکر بسا — تو ہی تھا تو ہی بہارِ گلستاں تو ہی تو تھا

طوقِ قمری تو ہی تو ہی سروِ گلشن کی بہار — رنگِ گل تو ہی تھا بلبل کی فغاں تو ہی تو تھا

سرمہ دیکر نور آنکھوں کا بڑھاتا تھا تجھے — طور پر صورت کشِ برقِ تپاں تو ہی تو تھا

لیلی و شیریں و گل میں شمع میں رہتا تھا کیا — حسن بنکر دلفریبِ عاشقاں تو ہی تو تھا

نوح کا جودی پہ اور یونس کا بطنِ حوت میں — چاہ میں یوسف کا یارب مہرباں تو ہی تو تھا

قم باذنی اور انا الحق کہتے انکی کیا مجال — شمس اور منصور کے منہ میں زباں تو ہی تو تھا

کیوں نہو یہ مدح گو تیرا کریم کارساز
نطق بخشِ اکبرِ شیریں زباں تو ہی تو تھا

قندیل میں اک نور ترا جلوہ فشاں تھا
آدم تھا نہ حوا تھی زمیں تھی نہ سماں تھا

شاخوں میں لچکتی تری غنچوں میں مہکتی
پتوں میں نہاں تھا کبھی پھولوں میں عیاں تھا

رب ارنی کہہ تو دیا اٹھتے ہی پردہ
تھے ہوش فراموش وہاں ہوش کہاں تھا

ہیں ارض و سماوات ترے حکم سے قائم
تو زیب دہ انجمن کون و مکاں تھا

لیلیٰ میں چمک کسکی تھی کس کی تھی تجلی
مجنوں کو جنوں کس کا تھا کسکا خفقاں تھا

گر صورت یوسف میں نہ تھی تیری تجلی
کیوں دل میں زلیخا کے محبت کا نشاں تھا

دیکھا جو یہ گلزار جہاں غور سے اکبر
ہر پھول سے ہر پھل سے وہی رنگ عیاں تھا

کسقدر دھیان ہے اے کاکل پیچاں تیرا
اپنے سایہ سے الجھتا ہے پریشاں تیرا

اپنی حسرت پہ لہو روئے ہر اک زخم جگر
گر پڑا ہاتھ سے قاتل جو نمکداں تیرا

کیا کہوں ہے مرے صحرا کی جو وسعت اے قیس
نہ ملے اسمیں جو کھو جائے بیاباں تیرا

حوصلہ نکلے مری وحشت دل کا کیونکر
دائرہ تنگ ہے اے عالم امکاں تیرا

لے گیا اوس کی گلی تک نہ بہا کر لاشہ
چشم تر کام کچھ آیا مرے طوفاں تیرا

آجکل چلتی ہے دنیا میں قیامت کی ہوا
گل ہو جائے چراغ اے مہ تاباں تیرا

زلف جھک کر کے یہ کہتی ہے رخ روشن سے
ہے پریشاں کوئی میرا کوئی حیراں تیرا

خیر ہو بوئے رقابت مجھے آئی تجھ سے
چاک کس کیلئے اے گل ہے گریباں تیرا

کسطرف ڈھونڈھتا پھرتا ہے تو اے تیر افگن

دل میں اکبر نے چھپا رکھا ہے پیکاں تیرا

اللہ رے حسن احمدؐ عالی وقار کا
اُترا ہے نور عرش سے پروردگار کا

اے منکر و نکیر سوال و جواب کیا
بردہ نبیؐ کا بندہ ہوں پروردگار کا

غزوہ میں کم غذا تھی مگر تیرے خوان پہ
پُر تھا شکم طعام سے ستّر ہزار کا

کیا خاک باغ خلد کی ہو آرزو ہمیں
خاکہ ہے تیرے روضے کے نقش و نگار کا

نبیوں میں اُسکی شان ہے کالبدر فی النجوم
ختم الرسل خطاب ہے اُس نامدار کا

لب پر علی علی ہے زباں پر ولی ولی
یہ دل ہے عاشق اوس شہ دلدل سوار کا

مذہب ہے صلح کل نہیں اکبر کسی سے رنج
دشمن ہوں اپنی ہستی ناپائدار کا

مصحفِ ناطق رخ پرنور ہے اس ماہ کا
ابروے سلطان دین طغرا ہے بسم اللہ کا

جب جھکی گردن نظر وہ قبہ سبز آگیا
قلب میرا بن گیا گنبد تری درگاہ کا

جو کہ فانی ذات شاہ ولی مع اللہ میں ہوا
مرتبہ حاصل ہوا اوسکو فنا فی اللہ کا

تھا مدینہ سامنے آنکھوں کے ہنگامِ طواف
میں نے کعبہ میں بھی گھر دیکھا رسول اللہ کا

یوسفِ مصری کو کیا نسبت مرے محبوب سے
وہ ہے معشوقِ زلیخا یہ حبیب اللہ کا

آسمانِ سبز پر تو گنبد خضرا کا ہے
لامکاں خاکہ ہے بیت رسول اللہ کا

قامت بے سایہ حضرت کا ہے گو لیکن خیال
نقش ہے یا اس نگینہ پر الف اللہ کا

حشر تک کرتے نہ زمزم سے نکلنے کی ہوس
یوسف مصری اگر [illegible] دیکھتے اوس چاہ کا

غل ہے بازاروں میں پھر اکبر مدینہ کو چلے
میرے دل سے کوئی پوچھے لطف اس افواہ کا

مجھے بھی حبیبِ خدا بخشوانا
نہ تم سا ملا کوئی دیکھا زمانہ

اندھیرے سے مرقد کے گھبرا نجائیں
مجھے چاندسی اپنی صورت دکھانا

بہت سخت ہے گرمیٔ روزِ محشر
مرے سر پہ رحمت کا ہو شامیانا

بھڑکتا ہے دوزخ نکلتے ہیں شعلے
چلا میں چلا میں بچانا بچانا

خضر تم کوئی راہ ایسی بتادو
مدینہ میں ہو راتدن آنا جانا

پڑا رہنے دے گرد اپنے مکاں کے
کہاں ہے ترے عاشقوں کا ٹھکانا

کبھی اسودِ پاک پر بوسہ دینا
کبھی زمزمہ آبِ زمزم پہ گانا

میں ہوں طالبِ شوق پابوسِ حضرت
مرا انکے قدموں پہ مدفن بنانا

چلا میں جو محفل سے بولے یہ حضرت
وہ جاتا ہے اکبر بلانا بلانا

شکل جب بس گئی آنکھوں میں تو چھپنا کیسا
دل میں گھر کرکے مری جان یہ پردا کیسا

باادب ہیں ترے سب کشتۂ ناز اے قاتل
سانس لینگے نہ دمِ ذبح تڑپنا کیسا

آپ موجود ہیں حاضر ہے یہ سامانِ نشاط
عذر سب طے ہیں بس اب وعدۂ فردا کیسا

تیری آنکھوں کی جو تعریف سنی ہے مجھ سے
گھورتی ہے مجھے یہ نرگسِ شہلا کیسا

ہاتھ بڑھتے ہیں گریباں کیطرف پاؤں نکال
اے مسیحاؤں یہی کرتے ہیں مریضوں کا علاج
گرم بازاریٔ خورشید قیامت ہوئی سرد
کیا کہا تمنے کہ ہم جاتے ہیں دل اپنا سنبھال

المدد جوش جنوں سبز ہے صحرا کیسا
کچھ نہ پوچھا کہ ہے بیمار ہمارا کیسا
حشر میں داغ محبت مرا چمکا کیسا
یہ تڑپ کر نکل آئے گا سنبھلنا کیسا

منہ دکھائے نہ خدا ہجر کی شب کا اکبر
خوف اسکا ہے ہمیں حشر کا دھڑکا کیسا

بخشوانے تا مکین لامکاں لیجائے گا
داغ عشق خاتم پیغمبراں لے جائیگا
میں تو جاتا تھا مدینہ کیطرف اب تو بتا
زاہدو صلّ علی اصلّ علی پڑھتے رہو
تیری گردش کو دعا دینگے تجھے رکھینگے یاد
باندہ رکھی ہے کمر اے رہرو راہ خدا

کون لیجاتا شفیع عاصیاں لیجائے گا
بے نشاں دل تھا مگر اچھا نشاں لیجائیگا
کس طرف اے توسن عمر رواں لیجائیگا
ورد اسکا سوئے گلزار جناں لیجائے گا
گر مدینہ کی طرف اے آسماں لے جائیگا
ہم بھی تیرے ساتھ ہیں پیچل کہاں لے جائیگا

شاعروں میں روز محشر پڑھ کے نعت مصطفےٰ
سب سے بازی اکبر شیریں زباں لیجائے گا

کیا انتشار اب ہمیں رد و قبول کا
اللہ اور اسکا حبیب ایک ہی تو ہیں

دامن ہے اپنے ہاتھ میں آل رسول کا
مطلب کھلا ہوا ہے اطیعوا الرسول کا

پہلے ہے جذب اور سلوک اوسکے بعد ہے
یہ راستہ عروج کا ہے وہ نزول کا

کس طرح سے تمام خط شوق ہو مرا
ہم سلسلہ ہے آپکی زلفوں کے طول کا

گہری گلابی آنکھیں ہیں اُس مست ناز کی
ایسا تو رنگ جام میں بھی تھا نہ پھول کا

جاہل ہے علم غیر سے ظالم ہے نفس پر
مطلب کہ کُھلا نہیں [illegible] ظلوم و جہول کا

ہستی کو اپنی جلد مٹا جس طرح مٹے
پہنچا ہے شیخ سے یہ طریقہ وصول کا

تھی دشت میں بھی یاد مژہ کی خلش ضرور
تلووں کو چھیڑتا رہا کانٹا ببول کا

اکبر زبان پر نہیں آتا جو دل میں ہے
پابند ہوں ضوابطِ اہل اصول کا

اے بے نیاز مالک ہے نام تیرا
مجھکو ہے ناز تجھپر میں ہوں غلام تیرا

میں ہوں ضعیف بندہ تو مالکِ قوی ہے
عصیاں ہے فعل میرا بخشش ہے کام تیرا

کیا کیا حلاوتیں ہیں اللہ اکبر اس میں
میٹھا ہے ذکر تیرا شیریں ہے نام تیرا

انگشتری پر اپنی اے جان اسکو رکھ لے
ہے نقش میرے دل پر کیا خوب نام تیرا

جس شکل پر نظر کی تصویر تھی وہ تیری
کی فکر جس سخن میں تھا وہ کلام تیرا

حاضر ہے ہر جگہ تو پھر ہے الگ سبھوں سے
کس طرح سے کہوں میں یہ ہے مقام تیرا

تو اور عشق واں کچھ بھی مناسبت ہے
اے دل خیال ہے یہ بے شبہہ خام تیرا

کیونکر ہو شکر ہم سے تیری عنایتوں کا — تیرا رسول لایا ہم تک پیام تیرا
مرغ نظر ہمارا کیوں صید ہو نجائے — دانہ ہے خال عارض گیسو ہے دام تیرا

ہوگا بڑے بڑوں کا ناکام روز محشر
اکبر قبول ہوگا کیوں کر سلام تیرا

اللہ غنی ایک مدینہ میں جواں تھا — اللہ بھی اُسکے رُخِ روشن سے عیاں تھا
صورت کو تری دیکھ کے کچھ منہ سے نہ نکلا — اک صلّ علیٰ صلّ علیٰ وردِ زباں تھا
حیران فرشتے تھے پریشان تھیں حوریں — کس شان کا جلوہ تری صورت سے عیاں تھا
العظمتہ للہ براقِ سفر والا — وہ برق سبک خیز یہاں تھا نہ وہاں تھا
کس شوق سے معراج کی شب کہتا تھا اللہ — آ جلد تو اب تک مرے محبوب کہاں تھا
کہتے ہیں جسے اہل جہاں مہر نبوت — وہ مہر نہ تھی مہر الٰہی کا نشاں تھا
بھیجا تھا اسے حق نے ہدایت کو جہاں کی — گو فرش پہ تھا عرش معلّیٰ پہ مکاں تھا
گر اسکو نہ پڑھتا کوئی جنت میں نجاتا — تیرا کلمہ فاتحِ ابواب جناں تھا

پہنچا جو میں محفل میں تو بولے مرے مولا
ہاں سچ تو بتا اے اکبر مشتاق کہاں تھا

بیاں کس سے ہو رتبہ اے محمد مصطفیٰ تیرا — کہ قرآنِ مقدس میں ثنا خواں ہے خدا تیرا

تری مدح وثنا میں فکر کو رستہ نہیں ملتا
وہ عالی مرتبہ ہے اے نبیؐ دوسرا تیرا

بزرگی آیۂ لولاک سے ظاہر ہوئی تیری
لقب ہے رحمتِ عالم حبیبِ کبریا تیرا

تو وہ امیؐ کہ تیرے علم سے عالم ہوا روشن
تو وہ بے سایہ عالم پر ہے سایہ اُٹھتا تیرا

نہوتی پار کشتی نوحؑ کی طوفان سے ہرگز
اگر شامل نہوتا لطف اے ابرِ عطا تیرا

بھلا موسیٰؑ کو تیرے رتبۂ عالی سے کیا نسبت
کہ وہ طالب خدا کے اور طالب ہے خدا تیرا

کہیں مدثر کہکر کہیں مزمل کہکر
مخاطب ہو رہا ہے تجھ سے ربِّ دوسرا تیرا

تمنا ہے کہ تیرے آستانِ پاک تک پہنچوں
ملوں اُس جا پہ آنکھیں جسجگہ ہو نقشِ پا تیرا

شفاعت کا تری اکبر کو ہر لحظہ بھروسا ہے
کہ بخشے گا تری خاطر سے اے مولا خدا تیرا

ہر شے میں جلوہ گر ہے واللہ نور تیرا
حیرت میں ڈالتا ہے سب کو ظہور تیرا

از ماہ تا بماہی ظاہر تری خدائی
کرتا ہے ناز تجھپر کبر و غرور تیرا

پتھر کو کر کے سرمہ آنکھوں کو نور بخشا
احسان ہے جہاں پر اے برقِ طور تیرا

کعبہ میں گر خدا ہے تو بتکدہ میں کیا ہے
اے عقل ہے سراسر ثابت قصور تیرا

دیر و حرم میں یکساں دیکھا ہے تیرا جلوہ
یاں بھی ہے تیرا جلوہ واں بھی ہے نور تیرا

مشتاق تیرے اُٹھکر دوڑینگے بے تحاشا
جب نام لیگی خالق آوازِ صور تیرا

اب وقت ہے مدد کا اے چشمِ مستِ ساقی
کرتا ہے کچھ کمی سی دل میں سرور تیرا

وحشت کا میری چرچا عالم میں ہو رہا ہے
شہرہ جہان میں ہے نزدیک و دور تیرا

تو اس کو بخش دینا لطف و کرم سے اپنے
اکبر کو آسرا ہے ربّ غفور تیرا

گل و گوہر تو کیا ہر شے میں ہے جلوہ عیاں تیرا
خدایا بے نشاں ہو کر ملا ہم کو نشاں تیرا

ترے ابر کرم سے پرورش مخلوق پاتی ہے
الٰہی جا بجا ہے فیض کا دریا رواں تیرا

پکارا دیر میں ناقوس سے تجھکو برہمن نے
حرم میں نام زاہد نے لیا وقت اذاں تیرا

تری رحمت کا لنگڑے اور لولوں کو سہارا ہے
الٰہی نام عالی ہے عصائے ناتواں تیرا

شرر پتھر سے جب نکلا تو ہمکو یہ ہوا ثابت
کہ ہر ذرہ میں پنہاں ہو گیا حسن نہاں تیرا

فنا ہو جائینگے کارخانے ہیں نما سب کے
رہے گا نام باقی خالق کون و مکاں تیرا

تری موجودگی ہر شے میں جزو و کل سے ثابت ہے
مگر حسرت ہے پھر بھی تو نہیں ملتا نشاں تیرا

کرم اے ابر رحمت تشنگان آب غفلت پر
مدد اے موج شفقت جاں بلب ہے نیم جاں تیرا

گنہ سب بخش دینا لطف سے اکبر کے محشر میں
بھروسہ ہے اسے اے مالک ہر دو جہاں تیرا

گو اہل وفا سے وہ ستمگر نہیں ملتا
یہ شکر ہے غیروں سے بھی اکثر نہیں ملتا

یہ خم نہیں ملتا ہے یہ جوہر نہیں ملتا
ابرو سے تمہارے کوئی خنجر نہیں ملتا

اس عارضِ رنگیں سے گُلِ تر نہیں ملتا
تم دیکھ لو خود پھول کو رکھ کر نہیں ملتا

یہ نخلِ جوانی ثمر اب لانے لگا ہے
وہ جس سے گلے ملتا ہے تن کر نہیں ملتا

وحشی پہ ترے سنگ زنی اب نہیں ہوتی
یا تھک گئے سب یا انہیں پتھر نہیں ملتا

یہ بخل کے انداز تو اچھے نہیں منعم
یاروں سے بھی تو ہاتھ بڑھا کر نہیں ملتا

اغیار بھروسہ نہ کریں قتل پر اوس کے
وہ وہ ہے جو سو بار بھی ملکر نہیں ملتا

میں خاک بسر ہوں مرے احباب پریشاں
اس کوچہ میں ہے پر دلِ مضطر نہیں ملتا

ڈھونڈے کوئی کیا راہروِ ملکِ عدم کو
اس راہ کا بچھڑا تو بچھڑ کر نہیں ملتا

ملتے ہیں میں کھوئے ہوئے راہ طلب کے
ہم ڈھونڈھ رہے ہیں مگر اکبر نہیں ملتا

ہے فیضِ ابرِ رحمتِ ربِّ رحیم کا
سرسبز باغ ہے مری طبعِ سلیم کا

طرہ اُڑے تو گیسوئے عنبر شمیم کا
ہم تک بھی آ ہی جائیگا جھونکا نسیم کا

روزِ ازل سے تمہاری قسمت میں جو الم
پہلا سبق ملا ہے الف لام میم کا

لبریز ہے قرابۂ گُل سب گلاب سے
ہے غسل آج گیسوئے عنبر شمیم کا

دوزخ کا نام آتشِ فرقت درست ہے
سچا لقب ہے ہجرِ عذابِ الیم کا

ہر شے اُسی کی شکل میں ہمکو نظر پڑی
حادث دکھا رہا ہے یہ جلوہ قدیم کا

تخصیص مجھ میں کوئی نہیں اے مرے خدا
اُمیدوار ہوں ترے فضلِ عمیم کا

سائل کسی کے در سے تو خالی پھرا نہیں
محروم کیوں رہے گا یہ بندہ کریم کا

اکبر رضائے دوست کا امیدوار ہوں
خواہاں نہ خلد کا ہوں نہ طالب نعیم کا

ہے آپکے باعث سے وجود ارض و سما کا
کونین میں جلوہ ہے رسولِ دو سرا کا

بیمار ہوں مقدور نہیں مجھ کو دوا کا
اعجاز دکھا دو لب اعجاز نما کا

اے باد صبا جلد مری خاک اڑا دے
اسوقت مدینہ کی طرف رخ ہے ہوا کا

کر ڈالا ہے جس نے دل جبریل کو غربال
اس دل میں بھی وزن ہے کسی تیر ادا کا

اللہ رے درِ قصرِ محمدؐ کی بلندی
ہے اسکو سزاوار لقب عرش علا کا

مشکل ہے الجھکر تری زلفوں سے نکلنا
ہر پیچ قیامت کا ہے ہر خم ہے بلا کا

تو غور سے کر اپنی ہی صورت کا تماشا
چہرہ ترا آئینہ ہے انوار خدا کا

کیا غور سے حضرت مرا دل دیکھ رہے ہیں
جو رنگ ہے یہ آپ ہی کی تیغ ادا کا

منصور بھی بے ہوش میں آ روک زباں کو
یہ بات بھی کہنے کی ہے لے نام خدا کا

کیوں سوئے زمیں دیکھ رہے ہیں مہ و خورشید
کیا ڈھونڈتے ہیں نقش کسی کے کفِ پا کا

وہ دور ہے ہم سے کہ پکاریں اسے اکبر
ہے فاصلہ والوں کے لئے فعل دعا کا

محو ایسا تری صورت میں ہے شیدا تیرا
دیکھتا ہے وہ ہر اک شکل میں جلوہ تیرا

ہے جو کچھ عالم فانی میں وہ سب تیرا ہے
جب ہم بولے یہی بولے کہ تیرا تیرا

تو کہیں ہو میں تجھے ڈھونڈھ نکالونگا ضرور
تو ہے مطلوب مرا اور میں جویا تیرا

تیری تصویر میں اے جان نظر آئی مری شکل
میری صورت میں نظر آگیا جلوا تیرا

چاک دامانیٔ عاشق نے غضب کر ڈالا
اُسے مرے پردہ نشیں کھل گیا پردا تیرا

دل بھی روشن ترے جلوے سے ہے اور آنکھیں بھی
ہر جگہ نور نئی شان سے چمکا تیرا

تو ہو جس رنگ میں پہچانتا ہوں میں تجھی
کبھی دھوکا نہیں کھاتا ہے شناسا تیرا

آئینہ ہے یا کسی میں نظر آئیگی وہ شکل
دیکھ اسے طالب تو دل ہو نہ میلا تیرا

نام گنوانے کو یوں تو ہیں بہت اہلِ نظر
مرتے جاں پر ترا اکبر ہی ہے شیدا تیرا

حسن ہے میرے شہِ ہر دو سرا کا ایسا
نہ بنا پھر یدِ قدرت سے بھی نقشا ایسا

گر پڑیں حضرت موسیٰ کی طرح غش کھا کر
کبھی دکھلائے خدا ہمکو بھی جلوا ایسا

میرا سایہ بھی مرے ساتھ شبِ غم میں نہیں
میں ہوا تجھ سے جدا ہو کے اکیلا ایسا

ایک دن بھی کبھی اندیشۂ فردا نہ ہوا
ہم کو اللہ پر اپنے ہے بھروسا ایسا

نظر آنے لگا دلمیں بھی ہے پردہ نشیں
للہ الحمد اٹھا آنکھ دل سے پردا ایسا

اپنے الجھے ہوئے گیسو وہ دکھا کر بولے
دیکھئے ہوتا ہے نقشہ شبِ غم کا ایسا

دم نکلتا ہی نہیں جھیلتا ہوں صدمۂ ہجر
دیکھئے ہوتا ہے پتھر کا کلیجا ایسا

نزع میں بھی تو غلاموں کو نہ بھولے آقا
ہو تیرے دونوں جہاں میں کوئی مولا ایسا

فرق کچھ ناظر و منظور میں اکبر نہ رہا

میرے آئینۂ دل میں وہ سمایا ایسا

گلشن میں اس نے رخ سے جو پردہ اٹھا دیا
بلبل کا ہوش رنگ گلوں کا اڑا دیا

صورت نے جلوۂ رخِ معنی دکھا دیا
اس عشق نے بگاڑ کے مجھکو بنا دیا

مضمون سوجھتا تھا رخِ صاف یار کا
آئینۂ جمال نے حیران بنا دیا

تھا اپنی صنعتوں کا تماشا جو دیکھنا
بازار کائنات میں میلہ لگا دیا

اللہ رے شان حسن تری بے نیازیاں
بیہوش کر دیا اسے اس کو جلا دیا

دیوانہ ہو گیا ہوں تری زلف دیکھکر
ان کالوں نے چراغ خرد بھی بجھا دیا

دونوں طرف لگی ہوئی ہے آگ عشق کی
پروانہ اور شمع کو یکساں جلا دیا

ممنون ہوں میں اپنی جبین نیاز کا
پائے نگار پر جسے آ کے جھکا دیا

اکبر بلند کی سر سے قاتل نے تیغ جب
میں نے سر نیاز قدم پہ جھکا دیا

کوئے جاناں میں بجز رنج و الم پائینگے کیا
حضرت دل ہی سے جا کر دیکھئے لائینگے کیا

جو شریکِ رنج و راحت بھی کبھی ہوتے نہیں
وہ کسی کے وقت بد میں کام پھر آئینگے کیا

خون ناحق میں بھرا گیا ہے جو تم آتے نہیں
صدمۂ فرقت سے آخر ہم نہ مر جائینگے کیا

دیکھکر اس گلِ حسن کے جلوۂ رخسار کو
ہوش اپنے حضرت ناصح نہ سلجھائینگے کیا

دشت میں پھرتے ہیں سرگرداں شیخ و برہمن
دیر و مسجد میں دھرا کیا ہے وہاں پائینگے کیا

بیخودانِ شوقِ جاناں سو رہے زیرِ قبر
صورِ اسرافیل سے ہشیار ہو جائینگے کیا

ہاتھ جو کاغذ پہ دھرتا ہے ہمارے نام سے
فیصلہ ہی ہو چکا جب تن سے نکلی جان زار

اُس تغافل کیش کو احباب سمجھائینگے کیا
کب کسی کے عشق میں ارشاد فرمائینگے کیا

حضرت اکبر سے سُنکر شکوۂ جور و جفا
داورِ محشر کے آگے وہ نہ شرمائینگے کیا

انسان سے ضرور ہے ہونا قصور کا
مظہر ہے یہ تجلیٔ اسمِ غفور کا

جاری رہیں جو اشکِ ندامت کی ندیاں
لیجائینگی بہا کے یہ دفتر قصور کا

ہے ہر صفت میں روشنیٔ ذات جلوہ گر
ہر ذرہ آفتاب ہے قدرت کے نور کا

اُٹھا جو تیرے عارضِ پرنور سے نقاب
بارِ دگر پھر آئینہ چمکا نہ طور کا

مردہ بنا دیا ہے ہمیں اس خیال نے
ممکن نہیں [illegible] دلِ ناصبور کا

محبوب خود پسند نہیں تو حسین نہیں
چلتا ہے شہرِ حُسن میں سکہ غرور کا

شانِ وجود تو یہی ہے وہ ہو ہم نہ ہوں
ہم تم ہوا جب تو پھر ہے یہ جلوہ ظہور کا

اکبر ہے وصلِ یار کی اُمید آپ کو
کچھ خیر ہے مزاج کہاں ہے حضور کا

ڈھونڈھ لیتا جو انہیں ڈھونڈھنے والا ہوتا
مجھکو اس چاہ میں کچھ لطف دوبالا ہوتا

دیکھ لیتا جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
کاش تا صبح ہی ترا چاہنے والا ہوتا

ہم بھی مرتے تری تیوری پہ مگر اے زاہد
ان بتوں سے جو کچھ انداز نرالا ہوتا

کیا گزرتی ہے ترے دل پہ بتا تو کمبخت
ہائے اتنا ہی کوئی پوچھنے والا ہوتا

میرے گھر پر سے ٹلیں آ کے بلائیں کتنی
اے شبِ ہجر ترا منہ نہیں کالا ہوتا

مجھکو تسکین نہیں دور ہیں ایامِ وصال
تمنے جبتک مجھے برسوں ہی یہ ٹالا ہوتا

اے غمِ یار مجھے تو نے گھلا کر کھایا
پہلے کھاتا تو ترے منہ کا نوالا ہوتا

آپ نے زلف کے عقدے تو بہت کھلوائے
میرا آسان سا اک کام نکالا ہوتا

تم نے کچھ عشق کا انجام نہ سوچا اکبر
کیوں بگڑتی جو طبیعت کو سنبھالا ہوتا

اک جہاں شیدا ترا اے مہرِ طلعت ہو گیا
کی ترقی عشق نے ایسی طبیعت ہو گیا

جسقدر تیزی پہ آیا روزِ محشر آفتاب
اُس سے بڑھکر گرم بازارِ شفاعت ہو گیا

کر دیا میرے صفائے دل نے مجھکو آئینہ
اے حسیں تو دیکھ اب میں تیری صورت ہو گیا

کوچہ محبوب حق سے اسکو نسبت کیا بھلا
وہ خسارے میں ہے جو خواہانِ جنت ہو گیا

کوئی کہدے جا کے اُس شاکیِ مسیحا سے یونہیں
لیجیے وہ آپ کا بیمار رخصت ہو گیا

ایک وحشت کو بیابانوں سے طبعی انس ہے
بسترِ خارِ مغیلاں فرشِ راحت ہو گیا

مجھکو ہی رکھا نہ اس نے معرکہ میں سرخرو
خوں مرا گلگونۂ روئے شہادت ہو گیا

دل کڑا کر کے تصدق کر دی اُس پر جانِ زار
بخل بھی اپنا بڑے لوگوں کی ہمت ہو گیا

چُن لیا قاتل نے آج اکبر مجھی کو بہر قتل
اتنو کچھ وہ بے مروت بامروت ہو گیا

ایک عالم اس کو روتا ہی رہا
اکبر اپنی نیند سوتا ہی رہا

میں نہ سمجھا سرد و گرم روزگار
عمر بھر ارمان کو سموتا ہی رہا

میرے ارمانوں کی کثرت دیکھنا
آسماں کو عذر ہوتا ہی رہا

نفع اور نقصان ہستی کیا بتاؤں
اس قدر پایا کہ کھوتا ہی رہا

میرے دل میں اُنکے مژگاں کا خیال
ایک برچھی سی چبھوتا ہی رہا

حرص عشرت دن بدن بڑھتی گئی
مُفت زاہد عمر کھوتا ہی رہا

ہم اُمید وصل پر جیتے رہے
عہد پورا اُن کا ہوتا ہی رہا

کوچۂ سفاک کب خالی رہا
اک نہ اک کا خون ہوتا ہی رہا

جو ہنر اکبر نے یاں پیدا کیا
آسماں اُس کو ڈبوتا ہی رہا

میں نالہ کش جو اپنے وطن سے نکل گیا
اِک عندلیب تھا کہ چمن سے نکل گیا

ہوتی نہیں نبی کی بھی قدر اپنے شہر میں
اللہ کا حبیب وطن سے نکل گیا

تنہائی بہر عاشق صادق ضرور ہے
مجنوں اسی لئے تو وطن سے نکل گیا

نافہ سے باہر آکے ہوئی قدر مشک کی
ابھارا جو اپنے وطن سے نکل گیا

مثل گہر ہے آج سلاطین پہ اس کی جا
جو باکمال اپنے وطن سے نکل گیا

یاد آیا سرو سا جو وہ قدِ پھول سا عذار
میں بیقرار ہو کے چمن سے نکل گیا

جو شعر ہم نے وصف قدِ یار میں لکھا
ہر مصرعہ اپنا سرو چمن سے نکل گیا

اُس گل کو شوق پھولوں کے گہنے کا جب ہوا
ہر گل اُسی ہوا میں چمن سے نکل گیا

اکبر نقاب آج اُٹھا روئے یار سے
شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

سراپا درد ہے افسانۂ رنج و الم میرا
تڑپ جاؤ گے کانپ اُٹھو گے سُن کر حال غم میرا

لکھا ہے خط میں جو مضمون ضعف ناتوانی کا
چلا ہے جابجا رک رک کے کاغذ پر قلم میرا

جلو میں میرے قیس و کوہکن ہیں وہ وحشت ہے
کوئی دیکھے نگاہِ غور سے جاہ و حشم میرا

مرا مذہب ہے عشق اور شرع ہے میری وفاداری
جہاں میں آستانِ یار ہے دیر و حرم میرا

رہیگا نام میرا عالم ایجاد میں برسوں
مٹائے لاکھ گردوں نقش ہستی یکقلم میرا

جو نکلے دید کا ارمان تو یہ بھی نکلجائے
رُکا ہے اسلئے ہمدم مرے سینہ میں دم میرا

کلیسا ہے حرم ہے دیر ہے یا یار کا گھر ہے
نہیں معلوم کس جا ہے سرِ تسلیم خم میرا

نہیں کھٹکا ہے اکبر مجھکو روز حشر کا بالکل
کہ ہے حامی محمدؐ سا نبی ذوالکرم میرا

کوئی ارماں مرے دل کا نکلنے نہ دیا
شوخیوں نے تری فقرہ بھی تو چلنے نہ دیا

سے پہ بہ پے تیر نظر آئے سنبھلنے نہ دیا
چاندنی چوک سے بسمل کو نکلنے نہ دیا

جب سسکنے کا نہیں حکم تڑپنا کیسا
اتنا ارمان بھی قاتل نے نکلنے نہ دیا

بزم ہستی میں بھی آ کے تو ہم بیٹھے تھے
یوں اجل آئی کہ زانو بھی بدلنے نہ دیا

شب فرقت سے ہو حاصل مجھے کس طرح نجات
سخت جانی نے مرا دم بھی تو نکلنے نہ دیا

رحم کر پردۂ فانوس سے اے شمع نکل
اسقدر ظلم کہ پروانوں کو جلنے نہ دیا

یہ دبایا قدِ موزوں نے ترے طوبیٰ کو
باغ جنت میں اسے پھولنے پھلنے نہ دیا

خوب نظارۂ قاتل رہا اکبر تہِ تیغ
ہاتھ رک رک گیا تقدیر نے چلنے نہ دیا

کیا بڑی سرکار تھی اور کیا بڑا دربار تھا
جب کا ناظر حق تھا اور جبریل خدمتگار تھا

یوں کہوں گا جا کے محبوبِ خدا تیرا خیال
تیری فرقت میں مرا ہمدم تھا اور غمخوار تھا

میری آنکھیں ہوتیں آغوش حلیمہؓ یا نبیؐ
میرا دل ہوتا جو تیری سیر کا گلزار تھا

بے طلب للہ نے کیا کیا دیا معراج میں
خالق بیدار خواب احمدؐ مختار تھا

تھا وہ محبوبِ خدا اور سب تھے عاشق اسلئے
سب رسولوں میں محمدؐ مصطفےٰ سردار تھا

چاند سا چہرہ ترا اللہ کو آیا پسند
اے عرب کے نوجواں یوں تجھ پہ اتنا پیار تھا

آ کے ٹکرایا ہے عصیاں کے بھنوروں میں جہاز
میرے مولا تیری اک ٹھوکر میں بیڑا پار تھا

اکبر شیدا اسے جنت ملی بخشا گیا
جو کہ مداح حبیبِ ایزد غفار تھا

نکلی جو روح جسم سے پھر ہے بدن میں کیا
جب شمع بجھ گئی تو رہا انجمن میں کیا

وہ شعر کیا کہ دل میں جو نشتر چبھا نہ دے
ہو جسمیں بوند درد کی ہے اس سخن میں کیا

ٹیڑھا جواب دیتے ہو تم سیدھی بات کا
یاد اک ادا بہی ہے تمہیں بانکپن میں کیا

حل کر دیا تبسم لب نے یہ مسئلہ
اب عذر آپ کو ہے ثبوت دہن میں کیا

آ ہم دکھائیں داغ جگر کی تجھے بہار
اے عندلیب سیر ہے تیرے چمن میں کیا

کیوں چوستے ہیں اس کو نکیرین بار بار
نام اُن کا ہے لکھا ہوا میرے کفن میں کیا

سو عہد اُسنے توڑے مگر پھر یقین ہے
ہے معجزہ بہی لب پیماں شکن میں کیا

اے اہل عقل اسکا مزا یوں نہ آئے گا
دیوانہ بنکے دیکھو ہے دیوانہ پن میں کیا

جو نافہ ہے وہ کاکل شکیں کی ہے گرد
صد رنگ کیا ہے اور ہے رنگ سمن میں کیا

تم مالدار ہو نہ ہنرور نہ باکمال
اکبر تمہاری قدر ہو ملک دکن میں کیا

خوف عصیاں سے خدا کے پاس روتا جاؤنگا
اشک سے داغ گنہ دامن کے دہوتا جاؤنگا

ہائے اس دار فنا میں کیا اسی صورت سے میں
عمر کہوتا جاؤنگا برباد ہوتا جاؤں گا

اے زلیخا میرا یوسف آئیگا ہمراہ خواب
جاگتی جائیگی قسمت اور میں سوتا جاؤنگا

کیوں ستاتا ہے فلک پچھتائیگا تو میں اگر
سید کونین کی تربت پہ روتا جاؤں گا

بعد مردن مدح خوانی کا رہے گا سلسلہ
خلد میں بہی نعت کے موتی پروتا جاؤنگا

اُمت احمد ہوں میں لیکر مجھے آغوش میں
لوریاں گائینگی حوریں اور میں سوتا جاؤنگا

لے چلو اے قافلے والو مدینہ کی طرف
میں وہ اکبر ہوں تمہارے پاؤں دھوتا جاؤنگا

سرمہ جو زیب چشم سیہ فام ہو گیا
فتنہ سوادِ ابلق ایام ہو گیا

آیا جو سیر کو لب ساحل وہ بادہ نوش
دریا میں جو حباب اٹھا جام ہو گیا

ٹکڑے دل و جگر کے اڑانے سے فائدہ
اے تیغ ناز اب تو مرا کام ہو گیا

اس زلف کے خیال تے آخر وہ دن کیا
ٹھنڈا چراغ عمر سرِ شام ہو گیا

ملتے نہیں وہ ہم سے اب اتنی ضعیف ہیں
لبریز عمر خضر کا بھی جام ہو گیا

ہم ابتدائے عشق ہی میں تھک گئے تمام
آغاز جسکو سمجھے تھے انجام ہو گیا

قاصد نے بیدھڑک جو سنایا جوابِ عشق
پیغام یار موت کا پیغام ہو گیا

حاصل ہوئی ہے یہ برکت نعت پاک سے
اکبر ترا بھی شاہ سخن نام ہو گیا

یہ کس کو دیکھتے ہی اڑے ہوش نقش پا
حیرت میں ہیں جو جادۂ خاموش نقش پا

جاتے نہ غیر میرا نشاں دیکھ کر وہاں
رہتا جو کاش مجکو ذرا ہوش نقش پا

بیکس پڑے ہیں خاک پہ ٹلتے کہاں سے
کیا درد دل کہیں اب خاموش نقش پا

عزت ہے خاکساروں کی مجھ خاکسار سے
ہے میری خاک زینت آغوش نقش پا

افتادگان خاک کا دشمن ہے اک جہاں
باد صبا مروڑتی ہے گوش نقش پا

یہ رشک آہ خاک میں ہمکو ملائے گا
اون کا قدم ہو اور ہو آغوش نقش پا

اہلِ نشاں کو جھیلنی پڑتی ہیں سختیاں
جز ٹھوکروں کے کیا ہے خورد و نوشِ نقشِ پا

اے چرخ بد شعار بس اب روک آندھیاں
مٹی میں مل چکا ہے تن و توشِ نقشِ پا

بربادیوں کا حضرتِ اکبر کی ذکر کیا
مدت سے اُنکی خاک ہے ہمدوشِ نقشِ پا

تو نے خنجر مری گردن پہ نہ پھیرا اچھا
اچھا اچھا ارے او جان کے لیوا اچھا

سیر اچھی ہے ہجوم اچھا ہے میلا اچھا
حق تو یہ ہے کہ ہے دنیا کا تماشا اچھا

درد جب اُٹھتا ہے وہ مجکو بھی اُٹھا دیتا ہے
ناتوانی کے لئے ہے یہ سہارا اچھا

واہ کیا خوب مرے دل کی لگی ہے قیمت
کہتے ہیں مفت اگر دو تو ہے سودا اچھا

ایک وہ لاکھوں خریدار بڑے رنج نہ کیوں
اور پھر نازِ خدا مال ہے کیسا اچھا

مول لو تم مرا دل کوڑی ہی داموں کو سہی
مجکو سو فائدوں سے ہے یہ خسارا اچھا

چار دیوار چمن اپنے لئے زنداں ہے
ہم سے دیوانوں کو ہے باغ سے صحرا اچھا

روح سے بڑھکے ترا نیمچہ پیارا ہے مجھے
رگِ جاں سے ہے تری تلوار کا ڈورا اچھا

شیخ ہو یا کوئی سید ہو کوئی ہو اکبر
خوش رہے جس سے خدا ہے وہی بندہ اچھا

اُس بتِ سفاک پر جبتک کہ دل آیا نہ تھا
چین سے اپنی گذرتی تھی کوئی کھٹکا نہ تھا

حال میرا سنکے کیوں جامہ سے باہر ہوگئے
وہ تو قسمت کا گلہ تھا آپ کا شکوا نہ تھا

عرض مطلب پر بہت کافر نے جھنجلا کر کہا
پھر نہ کہنا یہ کہ کلمہ تیرا گستاخانہ تھا

دیکھتا تھا جسکو میں پاتا تھا اپنا ہی رقیب
ایک عالم اُس پری وش پر کبھی دیوانہ تھا

چل دئے مقتل سے مجکو نیم بسمل چھوڑ کر
یہ بھی تھی اونکی ادا انداز معشوقانہ تھا

میرے مرنیکی خبر سنکر کہا اس شوخ نے
مر گیا اچھا ہوا وحشت زدہ دیوانہ تھا

دوڑ کر سر اپنا زیر تیغ قاتل رکھدیا
یہ بھی اپنا ایک جوشِ ہمت مردانہ تھا

باتوں باتوں میں مرے وعدہ کو ٹالا حشر تک
کون کہتا ہے کہ وہ چلتا ہوا پروانہ تھا

میری گردن پر چلا رک رک کے وقت ذبح بھی
خنجر قاتل کا یہ انداز معشوقانہ تھا

دھانی جوڑا زیب قامت تھا دم گلگشت باغ
ہر قدم پر احتمالِ لغزش مستانہ تھا

اک طرف تھے دیر میں حیراں شیخ و برہمن
اک طرف یہ حضرت اکبر تھے اور میخانہ تھا

حسن اپنا جو دکھانا اُسے منظور رہا
پردۂ صورت انسان میں وہ مستور رہا

جلوۂ حسن محمدؐ نظر آیا گل میں
جسطرف آنکھ اوٹھائی وہی منظور رہا

شمع انوار محمدؐ سے ہے روشن عالم
جلوہ فرمائے سر طور یہی نور رہا

جب اوٹھا پردۂ پندار ہوا وصل ان کا
اُس سے نزدیک ہوا آپ سے جب دور رہا

تیرے جلوہ کا تحمل ہے کسے اے محبوب
جل کے خاک ایک جھلک میں جبل طور رہا

پرتو افگن ہے وہی نور ہر اک ذرے میں
لامکاں نور سے جس نور کے پرنور رہا

نہ سہی وصل یہی ہجر ہے اب اپنا وصال
وہی بہتر ہے جو کچھ آپ کو منظور رہا

کیا کہیں وہ دل غم دوست ملا ہے ہم کو
تا دم مرگ بھی دم بھر کو نہ مسرور رہا

کیسا محبوب ہے میرا نہیں کھلتا اکبر
روشنی دل میں ہوا آنکھوں میں وہ نور ہوا

کمی جو قاتل نے قتل میں کی تو مجھ سے اُس سے کلام ہوگا
رہا جو تسمہ بھی کوئی باقی تو پھر یہ جینا حرام ہوگا

وہاں جو پہنچے جناب موسیٰ ہم اُسکی تہ کو سمجھ رہے ہیں
یہ کوہ کہتے ہیں طور جسکو کبھی کسی مہ کا بام ہوگا

ہمارا جذب محبت اپنی کشش دکھائیگا شک نہیں ہے
خدا نے چاہا تو دیکھ لینا وہ بت کسی روز رام ہوگا

عدم کا ہستی سے فاصلہ کیا بہت ہی چھوٹا سا یہ سفر ہے
ہم اسکا اندازہ کر چکے ہیں بعید بس ایک گام ہوگا

جماؤ میدان حشر میں ہے صفیں کھچی ہیں بندے کھڑے ہیں
خبر لگی ہے جو عاشقوں کو کہ آج دیدار عام ہوگا

وہ جلوہ گر آج تخت پر ہیں نقاب رخ سے اٹھا ہوا ہے
اب آئیں عشاق نذر لیکر قبول سبکا سلام ہوگا

کسی نے وعدہ کیا ہے شب کا یقین مجکو بھی آگیا ہے
الٰہی کس وقت شام ہوگی الٰہی کب دن تمام ہوگا

خوشی ہمیں اپنے قتل کی ہے نہیں ہے جینے کی اب تمنا
تمہیں زمانہ کہیگا قاتل ہمارا جانباز نام ہوگا

جب آکے اُسکی گلی میں بیٹھے تو پھر ہے اٹھنا محال اکبر
یہیں رمائی ہے ہمنے دھونی یہیں ہمارا قیام ہوگا

بھولے طریق اہل عدم رسم و راہ کا
یہ لوگ وعدہ کر کے گئے تھے نباہ کا

ہم وہ جری ہیں منہ پہ اٹھاتے ہیں زخم تیغ
ہے ناگوار داغ سپر کی پناہ کا

کس کے خدنگ ناز نے کی توڑ میں کمی
سینہ میں میرے شور ہے اک آہ آہ کا

جی میں ہے اسکو پہلو میں رکھوں بجائے دل
ملجائے سنگ در جو تری بارگاہ کا

کیا ہوگا دیکھ لوگے جو بسمل کو اک نظر
بھر جائیگا لہو سے نہ دامن نگاہ کا

مدِّ نظر جو گوہرِ دندانِ یار ہیں
لبریز موتیوں سے ہے دامن نگاہ کا

اے مہر حسن تیری تجلی کہاں نہیں
ہر ذرہ اک جہان ہے اس جلوہ گاہ کا

اعجاز عیسوی ہے ترے لب کی ایک بات
جادو ہے شعبدہ تری چشم سیاہ کا

اکبر حجاب منزل مقصود ہے اگر
بدنام ہو کے نام مٹا عز و جاہ کا

میری کیفیت کا افسانہ ہے حالِ نقشِ پا
میری ہستی ہے زمانہ میں مثالِ نقشِ پا

مستعد ہے ہر قدم اسکے مٹانیکے لیے
آسماں کے دل میں ہے گرد ملالِ نقشِ پا

ہمکو ملتا ہے بھلا کب غیر کے گھر کا سراغ
وہ دمِ رفتار رکھتے ہیں خیالِ نقشِ پا

بہرِ عبرت صاحبِ نام و نشاں کیواسطے
سرمۂ چشمِ بصیرت ہے زوالِ نقشِ پا

بخت چمکا یا یہ کس خورشید رو کے پاؤں سے
طعنہ زن ہے ماہ تاباں پر جمالِ نقشِ پا

صاحبِ نام و نشاں مٹتے ہیں اور انکے لیے
ہے زوالِ نقشِ پا بہر کمالِ نقشِ پا

بچکے چلتے ہیں وہ میرے نقشِ پا سے راہ میں
ڈر یہ ہے باہم نہو جائے وصالِ نقشِ پا

ظاہری ترکیب پر اسکی نظر کرتے نہیں
دیکھتے ہیں دیکھنے والے مآلِ نقشِ پا

لذتِ افتادگی کا ہے نمک گم گشتگی
خاک میں ملجائیگی اکبر مثالِ نقشِ پا

نظارہ عبادت ہے رخِ پاکِ علیؑ کرم کا
یہ مصحفِ ناطق سے ہے رسولِ عربی کا

دو جسموں میں اک روح نظر آتی ہے مجھکو
نظارہ جو کرتا ہوں نبیؐ اور علیؑ کرم کا

اس روئے کتابی کی صحیحین سے تشبیہ
اے اہلِ حدیث تمہیں گماں ہے غلطی کا

واللہ کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے
ہے ایک سا ہی حسنِ نبی اور علی کا

پیمانۂ دل پُر ہے مئے حبِّ علی سے
کچھ غم نہیں محشر کی ہیں تشنہ لبی کا

روشن ہوا اللہ کا گھر اس کی چمک سے
کیا جلوہ ہے شمعِ رُخِ پُر نورِ علی کا

اک میں ہی نہیں شیفتۂ عارضِ رنگین
جبریل بھی بلبل ہے گلِ روئے علی کا

رویا میں بہت باغ میں شمشاد سے ملکر
تھا شیفتہ سروِ چمنِ مطّلبی کا

اندیشہ ہو کیا روزِ جزا کا مجھے اکبر
دامن ہے مرے ہاتھ میں احمد کے وصی کا

سبق پڑھتا ہے گیسو مصحفِ رخسارِ جاناں کا
خدا کی شان کافر کو ہوس ہے عشقِ قرآں کا

مرا آبِ خجالت آتشِ دوزخ کو کافی ہے
مری تردامنی عالم دکھائیگی زمستاں کا

جنوں کے ہاتھ ہے اب عزتِ دیوانگی میری
کہ مجھے نوک کی لیتا ہے ہر کانٹا بیاباں کا

قمِ عیسیٰ لبِ معجز نما کا ایک لٹکا ہے
قیامت ایک فتنہ ہے کسی کی چشمِ فتاں کا

ڈبویا بیکسی نے بحرِ یاس و ناامیدی میں
سفینہ تھا دلِ حسرت زدہ اندوہ و حرماں کا

یہی باقی رہا ہے اک رفیقِ درد و تنہائی
کہیں اے ناامیدی خون ہو جائے نہ ارماں کا

تجھی کو دیکھکر بیخود ہوئے تھے حضرت موسیٰ
وہ تو ہی تھا کہ جس نے طور پر پردہ سے تھا جھانکا

تحیر خیز تھا جلوہ ترا اے مجمعِ خوبی
تجھے دیکھے بھلا یہ حوصلہ کیا جن و انساں کا

محمد کی شفاعت حق کی رحمت کا بھروسہ ہے

مجھے اکبر نہیں ہے خوف اصلا جرم و عصیاں کا

عرصۂ حشر سے بھی طول ہے دفتر اپنا
یا خدا عرض کروں حال میں کیوں کر اپنا

وہ کہے جاتے ہیں اپنی ہی یہ سنتا ہی نہیں
تم تو کر شور یہ ہنگامۂ محشر اپنا

ان کے آنے سے ذرا پہلے تو سینے میں تھا
کھو گیا اب نہیں ملتا دل مضطر اپنا

ہاتھ رکھ لینے دو سینہ پہ ٹھہر جاؤ ذرا
تم جو اٹھے تڑپ اٹھا دل مضطر اپنا

مدتوں سے تھی اسی دن کی قیامت مشتاق
آج انداز دکھا دیجئے چلکر اپنا

اس سے ہوتی ہی نہیں گردش ایام جدا
کیا کروں کس سے بدل لاؤں مقدر اپنا

مر گئے مٹ گئے برباد ہوئے خاک ہوئے
نہ ہوا پر نہ ہوا ہائے وہ دلبر اپنا

اسکے آئینہ میں وہ شوخ حسین منہ دیکھے
چشمۂ خضر میں منہ دھوئے سکندر اپنا

غیر کچھ جانتا ہے سحر ضرور اے اکبر
دو ہی باتوں میں اسے کر لیا کیوں کر اپنا

کس قدر ثابت قدم اللہ اکبر میں رہا
اف نہ کی جنبش سر جھکائے زیر خنجر میں رہا

اللہ اللہ راہ الفت میں یہ میرا جوش دل
ہر قدم پر کھنچتا جاتا تھا رہبر میں رہا

کس قدر حیرت فزا تھا جلوۂ برق جمال
صورت تصویر انکے آگے شب بھر میں رہا

ضعف اٹھنے کی اجازت بھی نہیں دیتا مجھے
ساتھ انکے تو چلی یہ جان مضطر میں رہا

وائے ناکامی کہ وہ آئے بھی لو چل بھی دئے
خواب میں مصروف ہمراہ سکندر میں رہا

کس روش پر تھا خرام آب و عالم کیا بتاؤں
شبنم آسا گلشن دنیا میں دم بھر میں رہا

سختیاں جھیلیں اُٹھائے رنج و غم صدمے سہے
گر رہا اسطرح دنیا میں تو پتھر میں رہا

راہ پر آیا نہ اکبر وہ بہت عیار ہائے
عمر بھر اسکو پڑھاتا ڈیڑھ ابجد میں رہا

قد موزون حضرت میں ہے جلوہ کس قیامت کا
فرشتوں کو یہاں دعوی نہیں ہے استقامت کا

ہوا ہے شور عالم میں بپا کس کی ملاحت کا
کہ قصہ بے نمک ہے یوسف مصری کی صورت کا

جگایا آپ کو روح الامیں نے کیا شب اسریٰ
نصیبہ سوتے سوتے جاگ اُٹھا اک بار امت کا

تڑپ جاتا ہے دل اسلئیں یاد آتا ہے جب بقعہ
مدینہ کی جدائی سامنا ہے اسکو آفت کا

ہر اک کوچہ وہاں کا غیرت وادی ایمن ہے
مدینہ میں ہے جلوہ ہر طرف شمع نبوت کا

خیال روئے حضرت میں نہیں کچھ سوجھتا ہمکو
جمال پاک نے آئینہ دکھلایا ہے حیرت کا

خیال قامت حضرت نہیں جاتا مرے دل سے
رہا کرتا ہے مجکو سامنا ہر دم قیامت کا

مدینہ مجھسے کیا چھوٹا کہ نقد ہوش کھو بیٹھا
ترقی پر ہے عالم اندنوں کچھ اپنی وحشت کا

نہیں کٹتی کسی پہلو شب ہجر نبی اکبر
دکھایا انتظار اس صبح نے صبح قیامت کا

دنیا دیکھی زمانہ دیکھا
تجھکو سب میں یگانہ دیکھا

مے بھی پی مے خانہ دیکھا
ربط خم و پیمانہ دیکھا

سب کچھ دیکھا آنکھ سے اپنی
تجھ کو اگر جانا نہ دیکھا

دیکھا تیرا جلوہ مہوش
ناز معشوقانہ دیکھا

کیسی کیسی صورتیں دیکھیں
دل کو آئینہ خانہ دیکھا

گردش چشم ستمگر دیکھی
پلٹا کھاتے زمانہ دیکھا

ساقی ہم نے تجھ کو پایا
سب مطلب کا زمانہ دیکھا

حشر کے وعدہ پر ٹالا ہے
دم بازوں کا بہانہ دیکھا

ہم نے چشم مست کا تیری
ایک عالم مستانہ دیکھا

دل کی جلن سے آگ میں کودا
کیوں سوز پروانہ دیکھا

کیا کیا عشق میں سختی جھیلی
اکبر کو مردانہ دیکھا

کیوں اپنی نظر تک میں سمایا نہیں جاتا
تم نور ہو اور آنکھوں میں آیا نہیں جاتا

غیروں سے تو کیا درد محبت کا بیاں ہو
یہ حال تو اپنوں کو سنایا نہیں جاتا

صورت پہ گرا دل نے کہا دیکھ کے تم کو
اس حسن کا انسان بنایا نہیں جاتا

اللہ رے بیمار محبت کا ترے ضعف
اب ہوش میں بھی آپ سے آیا نہیں جاتا

رخسار جو ہیں سرخ تو رخ پر ہے پسینہ
رنگت کا بھی بوجھ ان سے اٹھایا نہیں جاتا

دم توڑتا ہوں میں تمہیں جانکی پڑی ہے
اس وقت تو یہ ناز اٹھایا نہیں جاتا

بتخانے ہم چل گیا جادو یہ بتوں کا
بت خانہ سے اب کعبہ کو جایا نہیں جاتا

اکبر چلو سر خنجر قاتل پہ چڑھا دیں
اب ضعف سے یہ بار اٹھایا نہیں جاتا

زلف کا فریں رہا چشم فسونگر میں رہا
ایک دل ناشاد لاکھوں فتنۂ و شر میں رہا

سینکڑوں ہی اُس گلِ خوبی کے طالب ہو گئے
یہ نیا سوداگر بازارِ محشر میں رہا

دل سے رخصت ہو گئے ہوش و خرد صبر و قرار
وہ ہوا ویران تیرا دھیان جس گھر میں رہا

تمکنت میں بانکپن سے اور زینت ہو گئی
ایک عالم یار کے برگشتہ تیور میں رہا

ہوش سب کے گردش چشم فسونگر نے اُڑائے
باخبر کوئی بھی ساقی دور ساغر میں رہا

وہ کشمکش ہوں کہ حال ضبط میرا دیکھ کر
مدتوں حیرت سے چشم چرخ چکر میں رہا

پھر خدا ہی ہے نگہباں چرخ کی بنیاد کا
گر یہی طوفاں کا عالم دیدۂ تر میں رہا

جلوہ گاہِ یار میں یہ مجمع عشاق ہے
حشر کے دن بھی یہی سودا مرے سر میں رہا

منتخب غیروں نے اچھے اچھے اختر کر لئے
یہ زحل منحوس اکبرؔ کے مقدر میں رہا

رنگ اپنا نہ جما اون پہ اثر کچھ نہ ہوا
خون رونے سے بھی اے دیدۂ تر کچھ نہ ہوا

روز ٹلجاتا ہے دیدار کا وعدہ کل پر
اب تک اُسکا اثر اے اہل خبر کچھ نہ ہوا

یہ سمجھتا تھا کہ مر جاؤنگا میں ہجر کی شب
حیف زندہ ہی رہا تا بہ سحر کچھ نہ ہوا

صلح کل والے ہی انسان کہے جاتے ہیں
شر کیا جسنے کسی سے وہ بشر کچھ نہ ہوا

وار اُس تیغ ادا کا کبھی خالی نہ گیا
سنہ پہ لی ہمنے کئی بار سپر کچھ نہ ہوا

وصل کا خاتمہ صد شکر ہوا صلح کے ساتھ
چین سے رات بسر ہو گئی شر کچھ نہ ہوا

وہی موتی ہے جو ہو صرف ترے زیور میں
جو نہ ان کانوں تک آیا وہ گہر کچھ نہ ہوا

آنکھ کی بند سیاں اور وہاں جا پہنچے ۔۔۔ منزل ملک عدم کا تو سفر کچھ نہوا

کیا کہیں زور نہ قسمت سے چلا اے اکبر
کوششیں وصل کی لاکھوں ہوئیں پر کچھ نہوا

بوسہ لیتا ہے جام اس لب کا ۔۔۔ اور میں تک رہا ہوں منہ کب کا
تختۂ مشق وہ بنائیں سے کیسے ۔۔۔ کوئی ملتا نہیں ہے اس ڈھب کا
ہوتی جاتی ہے شہرت اس بت کی ۔۔۔ خاتمہ اب بخیر ہو سب کا
آپ تشریف لائے اچھے وقت ۔۔۔ ورنہ ہو ہی چکا تھا میں کب کا
میکدہ میں یہ مستیاں اے شیخ ۔۔۔ خوف کر بندۂ خدا رب کا
ہوگیا خون آرزو افسوس ۔۔۔ کام نکلا نہ کوئی مطلب کا

آگے اکبر کے ناطقہ ہے بند
حضرتِ ناظم اور کوکب کا

آن تھی نور تھا تجلی تھی کہ جلوہ کیا تھا ۔۔۔ یاد ہے طور کی اے حضرت موسیٰ کیا تھا
مجھ پہ اُس حسن کی بجلی نگری وائے نصیب ۔۔۔ غیر ہی آپ کا اک محو تجلی کیا تھا
تھی نہ غیروں سے جو منظور لگاوٹ تمکو ۔۔۔ تمہیں کہدو کہ پھر ان سے یہ اشارہ کیا تھا
اے جنوں ضعف اگر مجھکو نہ مانع ہوتا ۔۔۔ آگے وحشت کے مری دامن صحرا کیا تھا
اے فلک داغ عزیزاں جو دکھایا تو نے ۔۔۔ کم مرے واسطے یہ داغ احبا کیا تھا
سرو جنت تھا کہ طوبائے بہشت امید ۔۔۔ قمر بوجھے تو کہو وہ قد رعنا کیا تھا

بیٹھئے جائیے گا رات بہت باقی ہے
لے گیا آپ سے ناقۂ لیلیٰ تا قیس

اور اگر ایسی ہی عجلت ہے تو آنا کیا تھا
دیکھیے کہ محبت کا تقاضا کیا تھا

کوچۂ جاناں سے کیوں دشت کو جاتا اکبر
میں بھی مجنوں کی طرح عاشقِ لیلیٰ کیا تھا

فلک تیرا چکر ہے کس کام کا
یہ ناز اے ستمگر ہے کس کام کا

مری مشکل آسان نہ جب کر سکا
تو پھر تیرا خنجر ہے کس کام کا

نہ ہو جس میں سودا ترے عشق کا
تو اے شوخ وہ سر ہے کس کام کا

پہونچکر بھٹک جائے منزل پہ جو
وہ اے خضرِ رہبر ہے کس کام کا

جو آبِ بقا سے بھرے تشنہ کام
تو تختِ سکندر ہے کس کام کا

صنوبر سے اچھا ہے قامت ترا
مگر پھر صنوبر ہے کس کام کا

مرے نامۂ شوق کو دیکھ کر
وہ بولے یہ دفتر ہے کس کام کا

اگر تم وہاں بھی نہ مجھ کو ملے
تو پھر روزِ محشر ہے کس کام کا

نہیں آب و دانہ تمہارا وہاں
اب اکبر وہ لشکر ہے کس کام کا

اگر میں وصف لکھوں زلفِ مشکینِ پیمبر کا
دوات اپنی ابھی بن جائے نافہ مشکِ اذفر کا

کمی سی کچھ ہمارے آنسوؤں میں پائی جاتی ہے
ہمیں رونا پڑا ہے آبروئے دیدۂ تر کا

تصور تیرے خال و خط کا ہے آٹھوں پہر دل میں
ستارہ آج کل ہے اوج پر اپنے مقدر کا

حسینِ تشنہ لب کی یاد میں آنسو ٹپکتے ہیں
جھلکتا ہے مری آنکھوں سے پانی حوضِ کوثر کا

کہاں یہ نورِ چشمِ ظاہری میں جو اسے دیکھے
فروغِ دیدہ کا معنی ہے سایہ جسمِ اطہر کا

تری شیریں بیانی کا مزا لکنت سے دونا ہے
کہ ہر ہر لفظ میں ہے ذائقہ قندِ مکرر کا

فقیرِ بینوا ہوں دین و ایماں نذر کرتا ہوں
اگر ہو جائے ساقی حکم مجکو ایک ساغر کا

فروغ اسکو ترے رخ کے مقابل ہو یہ ممکن ہے
رہے گا سرد بازار آفتابِ روزِ محشر کا

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قسمت راہ پر آئی
پتہ وہ پوچھتے تھے آج اسے اکبر ترے گھر کا

کیا کہیں کسکی ہمیں یاد دلاتی ہے گھٹا
اک بلا آتی ہے فرقت میں جب آتی ہے گھٹا

تم ہو پاس تو پھر کس کو خوش آتی ہے گھٹا
کہائے جاتی ہے جو بجلی تو ڈراتی ہے گھٹا

کسی آفت زدہ بیکس پہ چڑھائی ہے ضرور
ہائے کیا کیا مجھے دیوانہ بناتی ہے گھٹا

کبھی دل تھام کے اٹھتا ہوں کبھی گرتا ہوں
توبہ خانہ لئے ہمراہ جو آتی ہے گھٹا

ہائے ہوتا ہے جو آغوشِ تمنا خالی
آٹھ آٹھ آنسو شبِ فرقت میں رلاتی ہے گھٹا

کوئے قاتل میں برسنے کیلئے جاتی ہے
کس کے رخسار کا پردہ یہ اٹھاتی ہے گھٹا

آج جی بھر کے پلا دے مئے گلگوں ساقی
وہ پہاڑوں میں گرجتی ہوئی آتی ہے گھٹا

ہاں تو ہے ہجر کے داغوں سے یہ دل رشکِ چمن
مژدہ موسمِ گل کس کو سناتی ہے گھٹا

اس سیاہی میں یہ کیا چیز چمک جاتی ہے
کس کے رخسار کا پردہ یہ اٹھاتی ہے گھٹا

تیری فریاد خدا سے یہ کرے گی جا کر
جانبِ قبلہ جو روتی ہوئی جاتی ہے گھٹا

وہ نہیں ہیں پاس اکبر تو بقول اُستاد داغ
ہمکو تڑپاتی ہے بجلی اور رُلاتی ہے گھٹا

ہند سے ہمکو نکال اور مدینہ دکھلا
یا خدا کعبۂ مقصود ہمارا دکھلا

یا خدا جلد جمالِ شہِ بطحا دکھلا
ڈھونڈھتی ہے جسے یہ آنکھ وہ جلوہ دکھلا

عمر آخر ہوئی مرنے کے قریب آئے دن
یا خدا اب تو مجھے جلد مدینہ دکھلا

سرکشی سرو کی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی
باغ میں چلکے تو اپنا قدِ رعنا دکھلا

ہو ہی تو شبِ تاریک مری نورانی
ایک دن تو مجھے وہ چاند سا مکھڑا دکھلا

مار ڈالا ہے مجھے آنکھوں کے جادو نے ترے
آج عیسیٰ نفسی اپنی مسیحا دکھلا

حُسن پر اپنے بڑا حور ارم کو ہے ناز
اے صنم بہرِ خدا اپنا سراپا دکھلا

مرقدِ پاکِ شہنشاہِ حسینؑ ابنِ علیؑ
انہیں آنکھوں سے مجھے اے مرے مولا دکھلا

آرزو ہے نجفِ اشرف کی بہت اکبر کو
یا الٰہی اسے اب جلد وہ روضہ دکھلا

سر جُھکا ہے اسکے آگے ہر جوان و پیر کا
واہ کیا اقبال ہے قاتل تری شمشیر کا

کیا فرشتوں میں کوئی فرہاد کا تھا ہمخیال
کہکشاں پر جو عیاں عالم ہے جوئے شیر کا

بسکہ خوفِ سخت جانی ہائے بسمل ہے اُسے
سینۂ شمشیر میں دم بند ہے شمشیر کا

سوتے سے بخشا ہے کیا انعام شاہانہ مجھے
ہے عدم آباد اک ٹکڑا مری جاگیر کا

میں جبیں سائی کیا کرتا بتوں کے پاؤں پر
ہائے مٹجاتا اگر لکھا ہوا تقدیر کا

میں ہوا جوشِ جنوں میں اسقدر گرمِ فغاں — حلقہ حلقہ گل گیا ہے پاؤں کی زنجیر کا
جاں بلب ہوں آئیے صورت دکھا جائیے مجھے — مہرباں یہ کون موقعہ ہے بھلا تاخیر کا
سیدھا آیا اور مرے دل میں نشانہ ہو گیا — اے قدر انداز کیا کہنا ہے تیرے تیر کا

ہے یہی بہتر کہ اب اکبر کو چپ رہنے ہی دو
دیکھو دیکھو منہ نہ کھلواؤ کسی دلگیر کا

جلوہ گر دل میں نہیں ہے وہ رخِ پر نور کیا — حضرت موسیٰ چلے ہیں آج سوئے طور کیا
منعمو اس مال و دولت پر ہو تم مغرور کیا — لیگئے ساتھ اپنے مر کر قیصر و فغفور کیا
پھر مزا دینے لگی ہے لذتِ دردِ جگر — چھل گیا ہے پھر ہمارے زخم کا انگور کیا
ہے چراغِ خانۂ مرقد ہر اک داغِ جگر — اُن سے بڑھکر روشنی میں ہو گی شمعِ طور کیا
یہ جگہ وہ ہے فرشتوں کے جہاں جلتے ہیں پر — غیر کوئے یار میں رکھے قدم مقدور کیا
صورتِ موسیٰ عمراں ایک عالم غش میں ہے — اُٹھ گیا رخ سے نقابِ عارضِ پُر نور کیا
آجتک نرگس ہے سرشارِ شرابِ بیخودی — دیکھلی ہے اس نے تیری نرگسِ مخمور کیا
ہے عبث لوگوں کو فکرِ زادِ راہِ آخرت — دو قدم کی راہ ہے ملکِ عدم ہے دور کیا

اپنے ہی دل پر نہیں ہے اسکو اکبر اختیار
ایسے پھر اس سے ہوگا آدمی مجبور کیا

دل میں وہ بحرِ لطافت جلوہ فرما ہو گیا — بند کس خوبی سے اس کوزے میں دریا ہو گیا
جب ملا بندہ خدا سے کیا کہوں کیا ہو گیا — قطرہ دریا میں پہنچکر عینِ دریا ہو گیا

ندیاں ایسی مرے اشک ندامت سے بہیں	عرصۂ محشر میں اک طوفان برپا ہو گیا
بعد غسل اب جامۂ نو اقربا پہنائیں گے	رخت ہستی تیرا دنیا میں پرانا ہو گیا
او ستمگر ہو گیا تیرا قتیل ناز سرد	اے کلیجہ تیرا قاتل اب تو ٹھنڈا ہو گیا
دونوں عالم کے تماشے اسمیں آتے ہیں نظر	جام جم ہے دل کسی کا گر مصفا ہو گیا
کہتے ہیں کیا منہ لگا کر نقطۂ موہوم سے	کھل گیا عقدہ دہن کا تو جو گویا ہو گیا
کُل شئی پہ محیط کے کھل گئے معنی سب مجھے	میں مسافر جسگھڑی ملک بقا کا ہو گیا

جب پڑی اکبر نظر اپنی جمال یار پر
دیدۂ مشتاق اپنا چشم سوئی ہو گیا

ردیف ب

شیخ حمید

مرحبا صل علیٰ عزت و شان محبوب	بن گیا عرش معلیٰ یہ مکان محبوب
کہیں طٰہٰ کہیں یٰسین کہیں مزمل	خوب قرآن میں لکھے نام و نشان محبوب
پاس بلوا کے دو عالم کا بنایا مختار	ذات باری سے فقط مرتبہ دان محبوب
آئیگی قبر سے بھی ہائے محمد کی صدا	لیچلے قبر میں ہم درد نہان محبوب
اس لئے ملتی ہے دربار خدا میں کرسی	کہ بڑی عرش معلیٰ سے ہے شان محبوب
شغل اللہ میں تھی رغبت اصحاب کبار	دلکش عشق تھے اعجاز بیان محبوب
شہر سے دہشت تاریکی مدفن اکبر	ہو گا مدفن یہ مرا داغ نہان محبوب

ہے ہماری روح شبنم روئے دلبر آفتاب
کھینچ لیگا اسکو جب نکلا چمک کر آفتاب

آپ کا یہ نقشِ پا کردے نہ محشر کو بپا
اسکو دیکھا اور اُتر آیا زمیں پر آفتاب

ہے کسی پردہ نشیں کی بیشک اسکو جستجو
کچھ تو باعث ہے جو یاں پھرتا ہے گھر گھر آفتاب

جلوہ گاہِ یار کا عالم نظر آیا کچھ اور
کھو گیا ہے ملکے ذرّوں میں یہاں پر آفتاب

میرا داغِ ہجر بھی تو ہوگا آخر میرے ساتھ
دیکھنا ہے حشر میں نکلے گا کیونکر آفتاب

نقشِ پا نے آپ کے دونوں کو بیخود کر دیا
ماہ تو گردش میں ہے کھاتا ہے چکر آفتاب

یہ تری خاکِ قدم کا ذرّہ ہے معلوم ہے
ہو گیا چرخِ چہارم پر پہنچکر آفتاب

حسن کی گرمی بڑھی رُخ پر جوانی کی ہے دھوپ
دن چڑھا آنیلگا ہے منہ کے اوپر آفتاب

یہ سب ہے شانِ بوترابی یہ سب ہے فیضِ لم یزل
کر دیا ہے جسنے ہر ذرّہ کو اکبر آفتاب

ردیف ی

ہونگے آگاہ جو اِس عشق کے انجام سے آپ
پھر پھریں گے نہ کبھی عاشقِ ناکام سے آپ

ہیں وہ میکش ہوں جو میخانہ میں رکھتا ہوں قدم
جوش میں آکے اُبل پڑتی ہے مے جام سے آپ

ہو سکا ضبط نہ آخر نکل آئے آنسو
یہ مئے عشق چھلکنے لگی اس جام سے آپ

مجھے اُمید نہیں مطلبِ دل بر آئے
عشق کر بیٹھے ہیں اچھے بتِ خودکام سے آپ

غیرِ بدکار سے بھی کیجئے ترکِ صحبت
نہیں ملتے ہیں اگر عاشقِ بدنام سے آپ

غیر کے ساتھ کیا عزمِ گلستاں کیا خوب
اچھے خاصے تو ابھی بیٹھے تھے آرام سے آپ

پوچھئے پہلے نزاکت سے وہ کیا کہتی ہے
چل سکیں گے نہ زیادہ کبھی دو گام سے آپ

آئینہ دیکھئے اور اس کا نظارا کیجیے
دل کو بہلائیے اپنے رخِ گلفام سے آپ

مر کے بھی ہوگی غمِ دل سے نہ فرصت اکبر
سونے پائینگے لحد میں بھی نہ آرام سے آپ

ردیف ت

کیوں نہ معراج میں ہو دھوم بڑی آجکی رات
بنکے صورت رحمتِ حق ٹوٹ پڑی آجکی رات

آپ کے پائے مبارک نے وہ زینت بخشی
کہکشاں بنگئی موتی کی لڑی آجکی رات

بھیجتے ہیں گلِ رخسار محمدؐ پہ درود
پتیاں ٹہنیاں پھل بوٹی جڑی آجکی رات

حق نے فرمایا کہ آ عرش پہ اے ختمِ رُسل
کہ زیارت کی تمنا ہے بڑی آج کی رات

دوش پر بردِ یمن سر پہ عمامہ عربی
ہاتھ میں لیجئے پھولونکی چھڑی آجکی رات

بولے حضرتؐ کہ روا کب ہے جو میں سیر کروں
مجھکو امت کی ہے تشویش بڑی آجکی رات

پھر ندا آئی کہ بخشا تری امت کو حبیب
آجا خوش ہو کہ ہے نیک گھڑی آجکی رات

حوریں مشتاق ہیں جنت میں تمہی اے محبوب
سیر کر خلد کی دو چار گھڑی آجکی رات

ہائے اکبر ہے گنہگاروں کا کس درجہ خیال
عیش میں بھی انہیں امت کی پڑی آجکی رات

کس لئے خوب منائیں نہ خوشی آجکی رات
رونق افروز ہیں محفل میں نبیؐ آجکی رات

اُس شہنشاہِ دو عالم کی سلامی کے لئے
کیوں نہ حاضر ہوں ہر اک جن و پری آجکی رات

گفتگو تھی شب معراج فرشتوں میں یہی
دیکھ لو چلکے جمال نبویؐ آجکی رات

ساتھ جبریلؑ تھے اور گرد فرشتوں کا ہجوم
آئے کس شان سے جنت میں نبیؐ آجکی رات

ظلمت کفر ہوئی دور سیاہی کا فور
جبکہ پیدا ہوئے شاہِ عربی آجکی رات

جلد اب شربت دیدار پلا دو مجھ کو
سخت بےچین ہوں اے میرے نبیؐ آجکی رات

دونوں عالم میں بھروسہ ہی تمہارا ہے نبیؐ
لیجئے جلد خبر میری نبیؐ آج کی رات

اے شہ جن و بشر شافع روز محشر
اب دکھاؤ تو ذرا بے جگری آجکی رات

کیا بلا تھی شب ہجراں کی سیاہی اکبر
یاد میں کاکل مشکیں کے کٹی آجکی رات

اللہ رے فیض شکل عدیم المثال دوست
دیکھا جدھر ہمیں نظر آیا جمال دوست

میں مانگتا ہوں سجدہ میں معراج کی دعا
کس روز دیکھئے ہو یہ سر پائمال دوست

بیگانہ و یگانہ کی تمیز اب نہیں
دیکھا جسے اُسی پہ ہوا احتمال دوست

ایذا کبھی کسی کی نہیں ہے مجھے پسند
دشمن نہ سمجھے جہاں کے ملے کیوں مثال دوست

ہستی کی شکل آ میں نظر آگئی ہمیں
آئینہ ہو گیا ہے ہمارا جمال دوست

جب یہ اُٹھے یہاں سے تو ہو غیر کا گذر
دلمیں بسا ہوا ہے ہمارے خیال دوست

روز ازل سے ہے اسے اکبر یہ گھر پسند
میرے مکان دل کا مکیں ہے خیال دوست

ردیف ث

صلح کے بعد ہے رنجش کا پھر اظہار عبث
وصل کی ٹھہر گئی جب تو ہے تکرار عبث

سرد ہے گرمی بازار جناب یوسف
بے نقاب آپ ہوئے عازم بازار عبث

آنکھیں کھل جائیں جو کرتے ترا نظارہ ذرا
فخر کی لیتے ہیں یوسف کے خریدار عبث

دیکھ کر نبض مری حضرت عیسیٰ نے کہا
مجھ سے خواہانِ شفا ہے یہ بیمار عبث

کیا انہیں بھول گئی نکتہ نوازی اُس کی
نام دوزخ سے ڈرتے ہیں گنہگار عبث

دیکھیے پھر نہ ملے گا کوئی ایسا خادم
مجھ سے بیزار رہا کرتے ہیں سرکار عبث

منزل اُس راہ کی کچھ نقطۂ موہوم نہیں
چرخ گردش میں ہے کیوں صورت پرکار عبث

کعبہ جاتا ہے کوئی کوئی کلیسا کی طرف
پڑے پھرتے ہیں یونہی کافر و دیندار عبث

میرے قبضہ میں ہے شمشیر ید اللہ اکبر
مجھ سے اعدا انہوں آمادہ پیکار عبث

ردیف جیم

وقف در محبوب ہوئی اپنی جبیں آج
ہمسر نہیں میرا کوئی بالائے زمیں آج

بے پردہ ہوا کونسا خورشید جبیں آج
آتی ہے نظر چرخ چہارم جو زمیں آج

لکھنی ہے مجھے منقبتِ سرورِ دیں آج
ہے عرش معلیٰ مرے شعروں کی زمیں آج

آتے ہیں نظر نوحؑ کے طوفان کے آثار
ہے ذکر مرے رونے کا دنیا میں کہیں آج

کوٹھے پہ چلو سیرِ شبِ ماہ کا ہے لطف
ہے شام سے مشتاقِ لقا ماہِ مبیں آج

کس کے گلِ عارض کی صفت نظم ہوئی ہے
پھولوں سے بسی ہے مرے شعروں کی زمیں آج

سکّہ مرا اقلیم معانی میں رواں ہے
ہے سلطنتِ شعر و سخن زیرِ نگیں آج

سورج میں گہن ہے تو کلف ماہِ مبیں میں
بے عیب نہیں تجھسا زمانہ میں حسیں آج

ہے عرش پہ اکبرؔ علیہ فرش زمیں کو
اس دہر میں آئے قدم سرورِ دیں آج

ہے دل میں مرے کاوشِ مژگاں کا اثر آج
ہر سانس میں آتا ہے مرے منہ کو جگر آج

یہ ولولے جو ر انہیں کل نہ رہیں گے
ارمان بھری آہ میں آئے تو اثر آج

بیدار ہو قسمت مری ارمان بر آئیں
وہ آکے جگائیں جو مجھے وقتِ سحر آج

عنقا کا مجھے چاہیئے پر ہوئے قلم کو
نازک ہے جو لکھتا ہوں میں مضمونِ کمر آج

اُن نیچی نگاہوں سے جگر کس کا ہدف ہو
یہ تیر زمیں دوز گذرتے ہیں کدھر آج

اے شوق مبارک ہو فراقِ سر و گردن
ہوتی ہے وہاں زیبِ کمر تیغِ دو سر آج

نازل کوئی پھر ہو گی بلا جانِ حزیں پر
لٹکی ہے وہاں زلفِ رسا تا بہ کمر آج

کس شاہ کی آمد ہے جو اسطرح کھڑے ہیں
صف باندھے ہوئے حور و ملک جن و بشر آج

محبوب چلا عرش پہ جب دم شب معراج
تھے نور علیٰ نور دو عالم شب معراج

خورشید درخشاں تھا ہر اک ذرہ کا کمتر
گوہر تھا ہر اک قطرۂ شبنم شب معراج

زیور سے تھا آراستہ کیا مرکب مولا
چلتا تھا عجب ناز سے چھم چھم شب معراج

اللہ رے رفتار براق شہ کونین
طے کر گیا اک دم میں دو عالم شب معراج

ملتے چلے جاتے تھے علیٰ قدر مراتب
یوسف کہیں یونس کہیں آدم شب معراج

اس بزم مقدس میں بجز طالب و مطلوب
تھا کوئی انیس اور نہ محرم شب معراج

ہر ایک محل پہ تھا سر بخشش امت
اُس عیش میں بھی یاد رہے ہم شب معراج

پہنچا جو سر عرش تو یہ حق سے ندا تھی
آ میرے حبیب آ مرے ہمدم شب معراج

کیا حال عروج شہ والا کہوں اکبر
تھی دھوم سر عرش معظم شب معراج

کہتا ہے یہ کون آپ تھے تنہا شب معراج
ہمراہ تھی اُمت کی تمنا شب معراج

کچھ فرق نہ تھا طالب و مطلوب میں باقی
تھا ایک ہی سا دونوں کا نقشہ شب معراج

موسیٰ کی طرح اہل فلک غش میں پڑے تھے
وہ عارض پرنور جو چمکا شب معراج

مخفی نہ رہا آپ سے اک ذرہ بھی سبحان
اللہ نے کیا کیا نہ دکھایا شب معراج

اُس روز فرشتوں کے کھلے جوہر آدم
اس شان سے جب آپکو دیکھا شب معراج

کیا میل تماشے کی طرف کرتیں وہ آنکھیں
منظور نظر اور ہی کچھ تھا شب معراج

ہر سمت تھا انوار انا اللہ کا جلوہ
لا غیر کا روشن تھا ستارہ شب معراج

جب اُس گل نیرنگ کی نیرنگیاں دیکھیں | جبریل بنا بلبل شیدائے شب معراج

کونین میں تھا کوئی نظیر اس کا نہ اکبر
بے مثل تھا وہ دلبر یکتا شب معراج

ردیف چ

حسن کا طالب اگر ہے عشق کے آزار کھینچ | صدمۂ ہجر مسیحا اے دل بیمار کھینچ
عاشق روئے بتاں کو نکہت گل سے غرض | ہو سکے تو اے صبا عطر گل رخسار کھینچ
اے مری تقدیر اب لیچل مدینہ کی طرف | جذبۂ دل جانب بطحا مجھے اکبار کھینچ
حوریں لیجائینگی پیراہن بسانے کے لئے | عطر خاک پاک طیبہ کا تو اے عطار کھینچ
اے زلیخا ہے یہ آداب محبت سے بعید | شہر کنعاں سے نہ یوسف کو سوئے بازار کھینچ
ہم سے دیوانوں کی ہے جاگیر غربت دشت میں | اے جنوں مجنوں ہی کو تا دامن کہسار کھینچ
صورت تصویر حیراں ہو گیا ہے آپ وہ | کیا کہوں مانی سے میں تصویر روئے یار کھینچ

ہے جوار حضرت محبوب حق اکبر کی جا
جانب جنت نہ اے رضواں مجھے زنہار کھینچ

ردیف ح

ہزار عشق محمد نے باغباں کی طرح | کھلائے داغ مرے دل میں گلستاں کی طرح

ہیں سربلند وہی شہ کے آستاں کیطرح
جو بوسے دیتے ہیں جھک جھک کے آسماں کیطرح

شفیع حشر رسول کریم ختم رُسل
نہ تھا نہ ہے نہ کوئی ہو شہ زماں کیطرح

براق آپ کا اک آن میں شبِ معراج
گیا دعا کی رو شش آگیا گماں کیطرح

تھے طرحدار سبھی انبیا خدا کے مگر
پسند آئی شہنشاہ انس و جاں کیطرح

ہوئے ہیں جس سے یہ صورت پذیر کون و مکاں
ہوا ہے کون شہنشاہ کن فکاں کی طرح

ترے عذار میں ہے نور قدس کا انداز
ترے مزار میں ہے گلشن جناں کی طرح

ہے سوز عشق نبیؐ سے یہ طبع اکبر گرم
کہ پھول جھڑتے ہیں جامہ سے گلستاں کی طرح

نتیجۂ حیدر

ردیف خ

نتیجۂ حیدر

عطر بوئے مصطفےٰ ہر گل پہ مہکا شاخ شاخ
پڑھ رہی ہیں بلبلیں احمدؐ کا کلمہ شاخ شاخ

پھوٹتی کلیاں ہیں پڑھکر قل ہو اللہ احد
بج رہا ہے باغ میں وحدت کا ڈنکا شاخ شاخ

بس گئی بوئے محمدؐ چار سو گلزار میں
نور احمدؐ غنچہ و گل تک ہے بہوٹا شاخ شاخ

چشم حق بیں ہے تو دیکھ بن گئی ہے باغ میں
نور ذکر پنجتن سے پنج شاخہ شاخ شاخ

جا بجا شمشاد اُوسے ہیں سرو قد تعظیم کو
ذکر میلاد نبیؐ کرتی ہے گویا شاخ شاخ

تیرا قائل بوٹا بوٹا بچہ بچہ ال پھول پھول
تیرا عاشق پتہ پتہ تیری شیدا شاخ شاخ

باغ میں ذکر جمال احمدی سے ہے نہال
خوشہ خوشہ غنچہ غنچہ پتہ پتہ شاخ شاخ

کیوں نہ ہو شادی ہے ہر اک نخلِ گلشن باغ باغ
بس گیا ہر گل میں شربت کا رنگیلا شاخ شاخ

تو بھی پڑھ اکبر کہ ہے چاروں طرف اس باغ میں
غل لگا احمدؐ کثیر الطیبا کا شاخ شاخ

ردیف دال

منظور ہوا حق کو جو اظہار محمدؐ
چمکائے ہر ذرّے میں انوار محمدؐ

یہ حلق ہو اور خنجر ابروئے نبیؐ ہو
یہ آنکھیں ہوں اور جلوۂ رخسار محمدؐ

صغریٰ سے جو چھپا ہے وہ ہے نام مبارک
ہے قند مکرّر مجھے تکرار محمدؐ

صحت مری اے حضرت عیسیٰؑ ہو منظور
دکھلا دو مجھے نرگس بیمار محمدؐ

موسیٰؑ کو نظر آتا تھا جو طور پہ جلوہ
تھا پرتو آئینۂ رخسار محمدؐ

ڈر حشر کا ہرگز نہیں عشاقِ نبیؐ کو
آزاد ہے دوزخ سے گرفتار محمدؐ

ہر وقت ادھر چشم عنایت کی نظر ہے
گو خواب میں ہیں دیدۂ بیدار محمدؐ

بیشک وہ حسین ایسے ہی تھے بحر جہاں میں
بے مثل تھے دونوں در شہوار محمدؐ

آباد رہے آگرہ تا حشر الٰہی
اکبر ہیں یہاں جلوہ گر انوار محمدؐ

پاک ہے ہمتا سے تیری ذات اللہ الصمد
آبرو میری ہے تیرے ہاتھ اللہ الصمد

پیارے پیارے نام ہیں قربان ان ناموں کے
ذو الجلال و قاضی الحاجات اللہ الصمد

ہے گلستانِ جہاں میں تیری صنعت کے گواہ — تیری رنگا رنگ مخلوقات اللہ الصمد
ذکر الا اللہ الا اللہ ہے وردِ زباں — دل میں اللہ ہو کے ہیں حالات اللہ الصمد
شان تیری دیکھ کر ہر شے میں ہے تکیہ کلام — بات اللہ غنی نغمات اللہ الصمد
سینکڑوں پتلے بنائے اور ملائے خاک میں — ہائے ہے تو اور تیری مصنوعات اللہ الصمد

لکھ کے لایا ہے تری درگاہ میں حمد و ثنا
ہوں قبول اکبر کی تصنیفات اللہ الصمد

قل ہو اللہ احد کے ساتھ اللہ الصمد — پڑھ رہی ہے ساری مخلوقات اللہ الصمد
اسلئے آئینہ بینش دیا ہے آنکھ کو — تا کہ دیکھے رنگ مصنوعات اللہ الصمد
آشکارا ہے تری توحید ہر انگشت سے — مظہر وحدت ہیں دونوں ہاتھ اللہ الصمد
اور اعضا کا کیا ہے سر کو افسر اسلئے — تا کہ سجدہ میں رہے دن رات اللہ الصمد
لذت گویائی بخشی ہے زبان کو اس لئے — تا ہو محو شکر انعامات اللہ الصمد
بیل بوٹا پھول پھل جن و بشر وحش و طیور — سب میں ہیں صنعت کی تصویرات اللہ الصمد

آرزو ہے جبکہ ہو اکبر کا وقت جانکنی
لب پہ ہو یا قاضی الحاجات اللہ الصمد

ردیف ذال

ایجان شک نہیں کہ ہے سب کو وفا لذیذ — مجھ کو وفا سے بڑھ کے ہے تیری جفا لذیذ

جو اہلِ درد ہیں اُنہیں کیا حاجتِ شراب
ہے اپنا خونِ دل انہیں اس سے سوا لذیذ

اب تلخیٔ فراق بھی دینے لگی مزا
قندِ وصال سے ہے یہ کڑوی دوا لذیذ

کیا لطف دیتی ہے تری نوکِ مژہ کی چھیڑ
ہیں کیا کہوں کہ ہے یہ خلش دل کو کیا لذیذ

دل جل رہا ہے اور مزے لے رہے ہیں ہم
ہے یہ کباب سوختہ بیشک بڑا لذیذ

شوربائے فراق مرے اشک گرم ہیں
ہیں شربتِ وصال سے اب یہ سوا لذیذ

غم اتنا کھا لیا ہے کہ یہ بن گیا مزاج
ہے اب تو سب سے بڑھ کے اسی کا مزا لذیذ

شیریں یہ نام یار ہے اب بند ہو گئے
کہتی ہے میری سوچ کہ ہے یہ غذا لذیذ

اکبر جمالِ یار نے کی نزع میں مدد
مرنے کے وقت ہم کو یہ شربت ملا لذیذ

ردیف ے

دنگ ہیں قدسی تری محفل کا ساماں دیکھ کر
تنگ ہیں غنچے ترا حسنِ فراواں دیکھ کر

فرش پہ یاربِ ہبلی اُمتی کہتے ہیں وہ
عرش سے لاتقنطوا کہتا ہے رحماں دیکھ کر

مژدہ باد اے دل کہ آتی ہے نسیمِ مغفرت
ہنس پڑی رحمت مجھے خجلت سے گریاں دیکھ کر

رہ گئی حیران سوسن لیتے ہی وہ نام پاک
کھل گئیں نرگس کی آنکھیں حسنِ جاناں دیکھ کر

پوچھا اک بلبل سے اے ناشاد کیوں روتی ہے تو
بولی وہ انجام گلہائے گلستاں دیکھ کر

بحر و بر جن و بشر حور و ملک ارض و سما
روتے ہیں بہتی خونِ شہیداں دیکھ کر

تیری بے پروائی تیری بے نیازی بھلی لگی
گُل کو خنداں دیکھکر بلبل کو نالاں دیکھکر

وصف گل کرتی ہیں وہ یہ وصف احمدؐ اسلئے
بلبلیں ہیں دنگ اکبر کو غزل خواں دیکھکر

ردیف ز

ہے بہار باغ دنیا چند روز
دیکھ لو اِس کا تماشا چند روز

اے مسافر کوچ کا سامان کر
اس سرا میں ہے بسیرا چند روز

دفن کر کے قبر میں بولی قضا
اب یہاں تم سوتے رہنا چند روز

ہے نمائش اس جہاں کی اسطرح
جیسے نوچندی کا میلہ چند روز

غافلو یاد الٰہی چاہیئے
ہے بکھیڑا زندگی کا چند روز

کیوں ستاتے ہو کسی بیجرم کو
ظالموں یہ ہے زمانہ چند روز

کے رہا کچھ روز یا جم کوئی دن
کچھ دنوں شداد کسریٰ چند روز

پھر کہاں اکبر کہاں تم دوستو
ہے یہ دنیا کا تماشا چند روز

ردیف سین

یوں خوبرو ہیں میرے گل تر کے آس پاس
جیسے ستارے ہوں مہ انور کے آس پاس

بیتاب ہو رہی ہے شہادت کے شوق میں
ہے میری روح یار کے خنجر کے آس پاس

گھیرے ہے ہر طرف سے مجھے یاد روئے یار
سو آئینے ہوں ایک سکندر کے آس پاس

دیکھوں بچے ان آنکھوں سے کس طرح دل مرا
دو باز ہیں اس ایک کبوتر کے آس پاس

لشکر سا حسرتوں کا ہے چاروں طرف پڑا
ہے اژدہام قبر سکندر کے آس پاس

اکبر رہیں رقیب نہ کیوں اس حسین کے ساتھ
ہر شاخ میں ہیں خار گل تر کے آس پاس

ردیف شین

نہ کیوں ہم کو کل عالم فراموش
نہیں ہوتا ہے تو اک دم فراموش

کسی کی آنکھ نے ہے دھو دیا سب
ہے اب وہ عمر بھر کا غم فراموش

تری محفل میں ڈھونڈیں گے پھر آ کر
یہاں دل کر چکے ہیں ہم فراموش

دیا ساقی نے جب سے ہم کو ساغر
اسی دن سے ہے جام جم فراموش

وہ مانگا کرتے ہیں اکثر دل آ کر
ہوئیں اب اُن سے الفت ہم فراموش

ہمیشہ خوش رہا میں للہ الحمد
مجھے کہتے ہیں اکبر غم فراموش

ردیف صاد

لئے پھرتی ہے مجھ کو جا بجا حرص — ہوئی ہے کس بلا کی اے خدا حرص
بنایا ہے تمہیں محبوب حق نے — کرینگے کیا تمہاری انبیا حرص
صلوٰۃ و صوم کے پابند ہو جائیں — الٰہی سب کو کر ایسی عطا حرص
سیہ کرتی ہیں دل یہ پانچ چیزیں — دغا بازی - حسد - کینہ - ریا - حرص
بھلے کاموں کی اکبر چاہیئے قدر — بُرے فعلوں کی ہے بس ناسزا حرص

ردیف ضاد

واہ کس رنگ پہ ہے حُسنِ بہارِ عارض — باغ جنت کا ہے ہر پھول نثارِ عارض
لیلۃ القدر ہے اے ماہ ترا خطِ سیاہ — صبح یوم العرفہ نور نگارِ عارض
سحر عید کا آئینہ سوا اس کا ہے — ہے چمکتی ہوئی اقلیم دیارِ عارض
ہو چلا بارور اب نخلِ جوانی اُن کا — چشم بد دور ہے آغاز بہارِ عارض
ہے نظر خیرہ یہ ہے خطِ سیہ کا جلوہ — دن سے بڑھ کر ہے فروغ شبِ تارِ عارض
حوریں مشاطہ ہیں ہر صفت کی خدمت کے لئے — ماہ آئینہ ہے مہر آئینہ دارِ عارض

اے گلِ اندام ترے حُسن کی رنگت ہے کچھ اور
زلفیں رخ کی ترے بل کرتی ہیں بیکار نہیں

پھول بھی صدقے ہیں بلبل بھی نثار عارض
انکی جاگیر میں لکھا ہے دیار عارض

رنگ ہلکا سا گلابی ہے پھر اُس پر خط سیاہ
قابل دید ہے اکبر یہ بہار عارض

ردیف ط

کیا بتاؤں میں ہمرے واسطے کیا آپ کا خط
رہ گئے معنی او حی کے مطالب روشن
طائر سدرہ کو بھیجوں گا کہ لے آئے اُسے
ملک آئینگے لحد میں تو دکھا دونگا اونہیں
نامہ بر نگیا جبریلؑ فلک پر پہنچا
آکے بالیں سے مرے پیک اجل لوٹ گیا

سرِ خطِ بندہ نوازی ہے بنا آپ کا خط
جسدم ایجان جہاں میں نے پڑھا آپ کا خط
جسدم ایجان جہاں میں نے پڑھا آپ کا خط
مے بازو پہ ہے اے جان بندھا آپکا خط
لے اوڑا وہ مجھے ایجان نہ ملا آپکا خط
جی اوٹھا میں مرے جان آ جو گیا آپ کا خط

کہئے تو یار کو کیا ہے لکھا اے اکبر
زلف جاناں سے بھی گرہ ہے بڑا آپکا خط

ردیف ظ

کیوں نہو عشاق کو دس شاہ خوباں کا لحاظ

چشم بلبل میں ہے گلہائے گلستاں کا لحاظ

کی محمدؐ نے شفاعت ہو گیا خالق کا حکم — جاتے ہیں جنت میں ہم کیا ہمکو رضوانکا لحاظ
سایہ میں دامن کے جو آکر چھپے بخشے گئے — آگیا خالق کو بھی حضرت کے داماں کا لحاظ
قدر گوہر اے خدا ہیں جانتے گوہر شناس — دیدۂ رحمت میں ہے حضرت کے دندانکا لحاظ
کربلا میں فی نبی کی اولاد لوٹا گھر کا گھر — شمر ظالم تھا بھی محبوب سبحاں کا لحاظ
اب ہوئی بخشش کہ ہے محبوب کا خالق کو پاس — آئے ہو واں سے یہاں یاں چاہیئے وانکا لحاظ
جاؤگے یاں سے وہاں تو چاہیئے کچھ یانکا پاس — آئے ہو واں سے یہاں یاں چاہیئے وانکا لحاظ

وہ بڑا غفار ہے بیٹھے ہو کیوں اکبر اداس
آہی جائیگا تمہاری چشم گریاں کا لحاظ

خلوت کی شب میں بھی وہی باقی رہا لحاظ — گھونگٹ ہٹا نہ رخ سے نہ اُن کا گیا لحاظ
بھیجا یگا تو بادۂ بے کیف خلد میں — ساقی ہے بادہ نوشوں کو تیرا بڑا لحاظ
اب لال ڈورے پڑنے لگے چشم یار میں — ہاں لطف میکشی ہے کہ اُٹھنے لگا لحاظ
شب وصل کی تمام ہوئی بات کہنے کی — ایسا ہی کیا حجاب ہے ایسا ہی کیا لحاظ
زاہد جما یہ بزم میں اُٹھتا ہی اب نہیں — ساقی پلا شراب کہ اب ہو چکا لحاظ
حبب کرچکے اُتش تو چلا دور جام مے — رندوں نے شیخ جی کا کیا تو بڑا لحاظ

اکبر جو محتسب نہیں اُٹھتا پیو شراب
اُس کو نہیں خیال تو رندوں کو کیا لحاظ

ردیف عین

یہ کسکے عشق میں اسقدر بیقرار ہے شمع
سراپا دھنتی ہے بیتاب و اشکبار ہے شمع

نگاہ لطف و کرم کی امیدوار ہے شمع
سلام کیلئے استادہ اسے نگار ہے شمع

یہ جسکو ڈہونڈہتی ہے وہ اسے نہیں ملتا
جب انجمن میں اسے دیکھو اشکبار ہے شمع

جب آئے اسکے قدم بزم ہو گئی روشن
تجلیوں میں جواب رخ نگار ہے شمع

جہاں چلی یہ بس آ پہنچے مثل تیر اسیر
اسے خیال میں پروانونکا شکار ہے شمع

کسی کے عارض روشن کی ہے چمک اسمیں
یہی سبب ہے کہ ہر قدم کی بہار ہے شمع

پڑا اسے بھی اسی بیوفا سے کام اکبر
تمہیں خبر نہیں دیکھو تو بیقرار ہے شمع

ردیف غین

نور احمدؐ سے ہے مہر اوج ایماں کو فروغ
جسطرح خورشید سے ہے مہر تاباں کو فروغ

شاخ میں نشو و نما غنچوں میں نکہت گل میں رنگ
جلوۂ احمدؐ نے بخشا ہے گلستاں کو فروغ

زلف مشکیں سے تری لب ہائے رنگیں سے ترے
نافۂ آہو کو بو لعل بدخشاں کو فروغ

انبیا ہیں انبیا محبوب پھر محبوب ہے
انبیا پر کیوں نہو محبوبؐ سبحاں کو فروغ

عرش اعظم پر بلایا تھے فرشتے ہمرکاب
کسقدر بخشا ہے حق نے اپنے پیا کو فروغ

ہوگئیں بے نور سب توریت و انجیل و زبور
جب سے حسن و صفِ احمدؐ سے ہے قرآں کو فروغ

ہوگئے چودہ طبق روشن ضیائے نور سے
اس چراغ عرش سے ہے بزم امکاں کو فروغ

تیرے جلوہ سے ترے پرتو سے تیرے نور سے
آنکھ کو انوار دل کو روشنی جاں کو فروغ

یہ دعا اکبر کی ہے یارب اسے کیجو قبول
نور ایماں سے ملے ہر ایک انساں کو فروغ

ردیف ف

آساں نہیں ہے دیکھنا اُس یار کیطرف
دیکھیں تو موسیٰ جلوہ دیدار کیطرف

اوسکو تو عشق یار میں معراج ہوگئی
منصورؔ سر سے جائے نہ کیوں دار کیطرف

کیا جذب عشق سے کشش حسن بڑھ گئی
دل کھنچ رہا ہے میرا مرے یار کیطرف

تو چل رہا ہے چال قیامت کی حشر میں
سب کی نگاہ ہے تری رفتار کیطرف

دیوانے ہیں جو کوچۂ جاناں کو چھوڑ دیں
صحرا کو ہم نہ جائیں نہ کہسار کیطرف

روزن سے دیکھتا نہ وہ شوخ چشم آج
میری نظر بھی جاتی ہے دیوار کیطرف

اے غیرت مسیح ہو کیسے مسیح تم
جاتے نہیں کبھی کسی بیمار کی طرف

چار ابروؤں کا ہے یہ کنایہ سمجھ لیا
اکبر ہمارا رخ ہے رخ یار کیطرف

تک رہے ہیں حشر میں سب میرے مولا کی طرف
ہوں براتی دیکھتے جسطرح دولہا کیطرف

لیچلو اے ہمد مواے ہمصفیرو سے چلو
باغ طیبہ کیطرف گلزار بطحا کی طرف

دل کو سودا ہو گیا عشق رسولؐ اللہ میں
تہا منا اسکو یہ جاتا ہے تہامہ کیطرف

کسقدر اللہ کو تہا شوق دیدار حبیب
دیکھتا تہا دیدۂ رحمت سے بطحا کیطرف

صرصر جذب محبت تہا براق برق پا
اُڑ گیا لیکر سر یہ عرش اعلیٰ کی طرف

عشق ہے اُن کو خدا سے اور خدا کو انسے عشق
حق تو ہے اُنکی طرف وہ حق تعالیٰ کیطرف

شمع کو پروانہ گل کو بلبلیں لیلیٰ کو قیس
دیکھتے ہیں ہم تمہارے روئے زیبا کیطرف

اور کہتا تہا محبت سے کہ اے میرے حبیبؐ
دیر کیوں کرتا ہے آجا اپنے شیدا کیطرف

روضۂ محبوب کو جاتا ہوں میں کس شوق سے
تشنہ لب جیسے مسافر کوئی دریا کیطرف

لیچل اے یاد نبیؐ عشق نبیؐ شوق نبیؐ
غرب کیجانب عرب کی سمت بطحا کیطرف

تیرا عاشق اور یوں در در پھرے خانہ خراب
دیکھہ تو اس اکبر بدنام و رسوا کی طرف

ردیف قاف

گنج سرمد ہے نصیب دل دیوانۂ عشق
دولت آباد حقیقت ہے یہ ویرانۂ عشق

ہوش میں آ نہیں سکتا کبھی دیوانۂ عشق
مئے توحید سے سرشار ہے مستانۂ عشق

بحر ذخار ہے کونین مدینہ ہے صدف
جسم نورانی حضرتؐ دُر یک دانۂ عشق

آنکھیں ہر وقت ہیں سرشار مئے حب علیؓ
منہ سے رندوں کے لگا رہتا ہے پیمانۂ عشق

ملک کونین بھی ہاتھ آئے تو ٹھوکر نہ لگائے
والئ سلطنت فقر ہے دیوانۂ عشق

عرش کو منزلت دل پہ نہ کیوں رشک آئے
ذات پاک نبوی عشق ہے دل خانۂ عشق

فصل گل آگئی پہنائیں وہ زنجیر ہمیں
لیچلی وحشت دل پھر سوئے ویرانۂ عشق

یا خدا حرمت سجادؓ وہ طفیل قاسمؓ
کردے مجھکو بھی گدائے درمیخانۂ عشق

فکر عقبیٰ ہے نہ اندیشۂ دنیا کبرؔ
دونوں عالم کو ہے بھولا ہوا مستانۂ عشق

ردیف کاف

دل کو چھیدیگی پرے پردہ تری چتون کبتک
تیر نظارہ چلینگے پس روزن کبتک

رونق آئی ہے اک رات کی مہمان ہے یہ
شمع مرقد یہ رہے گی مرے روشن کبتک

موسم گل ہے ہوائے سحری کا جھونکا
شاخ گل پر ترا بلبل یہ نشیمن کبتک

مذہب عشق ہیں خامی ہے خیال ناموس
فکر رسوائی و اندیشۂ دشمن کبتک

شوق دیدار سے بیتاب ہے دل صورت برق
ہوگا طے مرحلۂ وادئ ایمن کب تک

کرہی دے فتنہ خرامی سے کہیں حشر بپا
تڑپیں کشتے ترے قاتل تہ مدفن کبتک

رحم کر حال پر اب میرے خدارا او ترک
خم رہے شوق شہادت میں یہ گردن کبتک

ہم بھی ٹلتے نہیں اب آپکے در سے تا حشر
دیکھنا ہے کہ گری رہتی ہے چلمن کبتک

رحم آئیگا کبھی تو انہیں مجھپر اکبر — وہ رہینگے مرے ارمان کے دشمن کبتک

ردیف گاف

پھونکی غم فراق نے یہ تن بدن میں آگ — اب جسم کی جگہ ہے مرے پیرہن میں آگ

انگارو پہ لٹاتی ہے فرقت میں سیر باغ — ہو میرا اختیار تو دیدوں چمن میں آگ

ابر سیہ نہیں یہ دھواں ہے بھرا ہوا — کس نے لگا دی آج سپہر کہن میں آگ

کشتے ہیں تیرے رخ کے جو اے آتشیں عذار — لیجائینگے وہ باندھ کے اپنے کفن میں آگ

رخصت ہوئی بہار خزاں کے دن آ گئے — اے باغباں لگا دے اب اپنے چمن میں آگ

صحرا ہماری گرمی رفتار سے جلا — اپنے ہی سوز غم نے لگائی چمن میں آگ

کس نے کیا ترے لب لعلین کا تذکرہ — اہل یمن نے آج لگا دی یمن میں آگ

زلفوں سے یوں عیاں ہے ترا روئے آتشیں — جیسے لگی ہو وادی چین و ختن میں آگ

اکبر تری زبان ہے کیا شمع کی زباں
ہر فقرہ تیرا شعلہ ہے ہر ہر سخن میں آگ

ردیف لام

کس کو معلوم ہوئی عزت و شان بلبل — کون ہے گل کے سوا مرتبہ دان بلبل

گوش گل سے جو سنا شور و فغانِ بلبل
اے صبا کیا ہوئی تاثیر زبانِ بلبل

آئی گیا فصلِ خزاں اُڑ گئے مرغانِ چمن
مٹ گیا صورتِ گل نام و نشانِ بلبل

دید لیلیٰ کیلئے شرط ہے چشم مجنوں
صفتِ گل کو ہے درکار زبانِ بلبل

ہو گیا برہم اسی سے تو مزاج اس گل کا
جا بجا تھے مرے دیوان میں بیانِ بلبل

گاتے ہیں میری غزل مرغ خوش الحان چمن
انکو آتا ہے مزہ ہے یہ زبانِ بلبل

شب کو آتا ہے جو محفل میں وہ گل اے اکبر
ہم کو پروانوں پہ ہوتا ہے گمانِ بلبل

شیخ حیدر

بیچین ہو کے دیکھ نہ تو راہ فصلِ گل
اے عندلیب خوب نہیں چاہ فصلِ گل

گلچیں عدو ہے چرخ ہے دشمن خزاں رقیب
کوئی نہیں جہاں میں ہوا خواہ فصلِ گل

آخر وہی خزاں ہے وہی خندہ ہائے زاغ
سب چار دن کا ہے حشم و جاہ فصلِ گل

خاموش غنچہ پھول ہیں پژمردہ برگ خشک
برہم ہے کیا مزاج شہنشاہ فصلِ گل

توبہ کا توڑنا کوئی دشوار بات ہے
میخوار دیکھتے ہیں مگر راہ فصلِ گل

کہتی ہے عندلیب خزاں سے کہ رحم کر
تا غیر کر نہ جائے کہیں آہ فصلِ گل

قمری ہو عندلیب ہو طوطی ہو کوئی ہو
باغِ جہاں میں کس کو نہیں چاہ فصلِ گل

ساقی عروس تو بھی بنا دختِ رز کو آج
اب کے بہار آئی ہے ہمراہ فصلِ گل

اکبر وہ ماہوش جو نہیں ہے بغل میں آج
ظلمات سے سوا ہے شب ماہ فصلِ گل

ردیف میم

گرم سخن ہیں مجمع اہل سخن میں ہم
گویا زبانِ شمع ہیں اس انجمن میں ہم

مٹی ہی جسم ہے تو تکلف یہ کیا ضرور
کبتک رہیں گے خاک سے بچکر کفن میں ہم

دونوں کو اتحاد نے یکرنگ کر دیا
کھلتا نہیں کہ یار ہے یا پیرہن میں ہم

گل ہوشیار ہوں وہ گل آتا ہے سیر کو
دل تھامے عندلیب کہ پہنچے چمن میں ہم

تیرے سوا نظر نہیں آتی کسی کی شکل
یہ محو ہو گئے ہیں تری انجمن میں ہم

گردش نصیب ایسا کوئی کم ہے زیر چرخ
دو روز بھی نہ چین سے بیٹھے وطن میں ہم

طول امل میں پھنس گئے دنیا گلے پڑی
اب تو اسیر ہیں اسی طوق و رسن میں ہم

مضمون دہانِ تنگ کا سوجھا نہ آجتک
جی چاہتا ہے قفل لگائیں دہن میں ہم

لکھتے ہیں یاد زلف میں توصیف چشم یار
آہو شکار کرتے ہیں دشت ختن میں ہم

اکبر ہے ساتھ شمع کے پروانہ بھی ضرور
جس انجمن میں وہ ہے اسی انجمن میں ہم

ردیف نون

ہوں وہ مومن جسے ایمان سے سروکار نہیں
وہ برہمن ہوں جسے حاجت زنار نہیں

گنگ وہ کان جو وقفِ سخن یار نہیں
کور وہ آنکھ جسے حسرت دیدار نہیں

کفر سے کام نہ ایمان سے مطلب ہے ہمیں
دونوں عالم سے بجز تیرے سروکار نہیں

کیا خبردار کرے گا تو ہمیں او زاہد
آپ تو اپنی حقیقت سے خبردار نہیں

کب ترے جلوۂ دیدار نے حیران کیا
کونسا دن ہے کہ ہم نقش بہ دیوار نہیں

سرفروشی صفت کوہکن آخر میں ہے
عشق پہلے تو بہت سہل ہے دشوار نہیں

درِ گور سے آتی ہے صدا میت کو
آج ہمدم نہیں تیرا کوئی غمخوار نہیں

دیکھکر اسکو یہ ہوں محو برنگ تصویر
ہے زباں مُنہ میں مگر طاقت گفتار نہیں

چشم دل کھول اگر ہے طلب دید اکبر
نظر آئے گا ان آنکھوں سے وہ دیدار نہیں

جب سے گدائے کوئے شہ دیں پناہ ہوں
میں سرزمین ملک دو عالم کا شاہ ہوں

ابتک نہیں کسی پہ صفاتیں مری کھلیں
وہ بندہ ہوں کہ مظہر ذات الٰہ ہوں

ہے میری ذات باعث ایجاد کائنات
میں آپ اپنے دعوئ حق کا گواہ ہوں

عشق کمر نے زار کیا اس قدر مجھے
مخفی نظر سے صورت تار نگاہ ہوں

چھانے ہوئے ہوں دشت حدوث و قدم کی خاک
میں بہ نور دیا و یہ آلا لہٗ ہوں

افتادگی عروج کبھی تو دکھائے گی
اس کوچہ میں پڑا صفت گرد راہ ہوں

قربان جاؤں تیری شفاعت کے اے نبیؐ
قبضہ بہشت پر ہے مگر پُر گناہ ہوں

دی فقر میں خدا نے مجھے دولت فنا
ہوں گرچہ تنگدست مگر بادشاہ ہوں

اکبر کیا جو کوچۂ جاناں کا ہمنے قصد
دل بول اٹھا کہ چلئے تو میں خضر راہ ہوں

ہندوالے اونہیں مکی مدنی کہتے ہیں
خلدوالے اونہیں سروِ چمنی کہتے ہیں

عرق گل سے پسینہ میں فزوں تھی خوشبو
اسکو لوگ صفتِ گل بدنی کہتے ہیں

دیکھکر اپنے صحیفوں میں تراؤ کر جمیل
انبیا رعب سے اللہ غنی کہتے ہیں

پوچھا حوروں نے حضور آپ کا دولت خانہ
ہنس کے بولے ہیں مکی مدنی کہتے ہیں

ایک اشارے سے کیا چاند کا دل دو ٹکڑے
عاشق اس آن کو برچھی کی انی کہتے ہیں

ہائے الفت کہ وہ اللہ سے ہر پہلو پر
میری اُمت کی نہو دل شکنی کہتے ہیں

اے نکیرین نہ بیچین کرو تم کہ مجھے
عاشق سیّد مکی مدنی کہتے ہیں

منزل غم میں سکا بیٹھا ہوں محبوب سے دور
اس مصیبت کو غریب الوطنی کہتے ہیں

ایک تم ہو کہ ہے اللہ تمہارا مشتاق
ایک موسیٰ ہیں کہ رب ارنی کہتے ہیں

مرحبا اکبر مداح لکھی خوب غزل
اسی انداز کو شیریں سخنی کہتے ہیں

تجھپر جو مٹ نجائے وہ دل اے قمر نہیں
قرباں نہو جو تیرے قدم پر وہ سر نہیں

تا چند ہجر یار کے صدمے اٹھائیے
اے جان اب تحمل درد جگر نہیں

دیکھے ہوئے ہیں ہم شب غم کی اندھیریاں
اے تیرگی بخت ہمیں تیرا ڈر نہیں

لیجاؤں گا میں اپنا خط شوق یار تک
کچھ احتیاج تیری مجھے نامہ بر نہیں

بیچین روز دل ہے زیارت کیواسطے
یاد آئی کب مدینہ کی ہم کو سحر نہیں

مرنا بھی تیری چاہ میں جینے سے بہتر ہے
بدلیں ہم اسکو نفع سے یہ وہ ضرر نہیں

احسان لوں کسی کا یہ اتنا کہاں دماغ　　ممنون بخیہ گر مرا چاکِ جگر نہیں
حال درازیٔ شبِ غم کیا کروں بیاں　　وہ شام ہے یہ جسکی جہاں میں سحر نہیں

اکبر کبھی نہ کہیو نبیؐ اور علیؑ کو دو
غافل یہاں ازل سے دوئی کا گذر نہیں

ہے نور محمدؐ کی جھلک رنگِ چمن میں　　صد برگ میں بیلے میں گل تر میں سمن میں
گریوں ہی رہی آگ محبت کی بدن میں　　اڑ جاؤں گا کافور لگاتے ہی کفن میں
اوس سرور عالم کے پسینہ کی ضیا سے　　بو مشک ختن میں ہے چمک لعل یمن میں
بیکس ہوں میں عاجز ہوں مدینہ میں بلالو　　مرجاؤں نہ گھٹ گھٹ کے کہیں رنج و محن میں
فریاد ہے فریاد ہے اے داور محشر　　زہراؑ کا چمن لوٹ لیا شام کے بن میں
یہ عشق گھلا دیگا مجھے شمع کی صورت　　پھونکا ہے جگر آگ لگا دی ہے بدن میں
ہے اوس گل وحدت کے پسینہ سے محبت　　احباب ملیں عطر وہی میرے کفن میں
اشکوں سے ٹپکتے ہیں شرر سوزش غم سے　　لو آگ برسنے لگی بھادوں کی بھرن میں

اکبر ہے مرا نام ثنا خوانِ نبیؐ ہوں
بلبل سا چہکتا ہوں گلستانِ سخن میں

ہزاروں راز نہاں ہیں دہن کے پردہ میں　　کروڑوں نکتہ ہیں اک اک سخن کے پردہ میں
نہاں ہے شاہد مطلب سخن کے پردہ میں　　زبان بول رہی ہے دہن کے پردہ میں
بسا ہے عطر محبت سے جامۂ ہستی　　چھپا ہے کون گل اس پیرہن کے پردہ میں

نکال لایا اُنہیں شوقِ خود نمائی کا — وہ ایسی شان سے بیٹھے تھے بن کے پردے میں
غضب کا پردہ نشیں ہے وہ شوخ ہرجائی — ہر انجمن میں ہے ہر انجمن کے پردے میں
کھلا سبب ہمیں لیلیٰ کی جامہ زیبی کا — کہ روحِ قیس ہے اس پیرہن کے پردے میں
درونہ جھلکے تھے زربفت کے پڑے پردے — اب اُس مکاں کے مکیں ہیں کفن کے پردے میں
جو دیکھا اہلِ بصیرت نے دونوں کو تو کہا — حضور ہی ہیں حسینؑ و حسنؑ کے پردے میں

نجاتِ اہلِ گنہ کو کہیں نہیں اکبر
عبث چھپا ہے تو جا کر کفن کے پردے میں

گئے ہیں آن میں خیر البشر کہاں سے کہاں — وہ جسمِ پاک تھا مثلِ نظر کہاں سے کہاں
خدا کے ذکر میں حوروں کی داستاں واعظ — ہمیں بھی لے گیا تو بے خبر کہاں سے کہاں
جو پھیر دی گئی اس در سے عرش تک پہنچی — ہوا ہماری دعا کا اثر کہاں سے کہاں
شبِ فراق میں دم بھر نہ ایک جا تھا قرار — لیے پھرا ہمیں دردِ جگر کہاں سے کہاں
وہ میرے شعروں کو سنتے ہی ہو گئے خاموش — خدا کی شان ہے پہنچا اثر کہاں سے کہاں
سما کی ڈالیاں ہیں عرش پر زمیں میں جڑ — گیا ہے بڑھ کے یہ نوری شجر کہاں سے کہاں
جگر کو چھید کے دل سے گذر گیا ظالم — اُتر گیا ترا تیرِ نظر کہاں سے کہاں

چلا ہے کعبۂ دردِ دل کو چھوڑ کے اکبر
یہ بے خبر ہے یوں ہی دربدر کہاں سے کہاں

آوارہ و سرگشتہ نہیں قیس ہی بن میں — لیلےٰ کو بھی آرام نہیں اپنے وطن میں

دل جلکے جو رہتے ہیں تو سب بن گئے یکدل
ہر چند کہ اضداد کی بستی ہے بدن میں

عالم نظر آیا ہمیں کل اکل وماکول
ہر شے کی حقیقت ہے یہی دیر کہن میں

عالم متغیر ہے تو حادث بھی ہے بیشک
پھر شانِ قدم کیسی ہے اس دیر کہن میں

کیا کیا متغیر ہوئے حالات جہاں کے
دنیا ہی نئی ہو گئی اک چشم زدن میں

خوش خندۂ گل پر نہو اے بلبل ناداں
پڑھتا ہے سبھی مرثیۂ گل بھی چمن میں

انسان کسی حال میں آزاد نہیں ہے
مر کر بھی گرفتار رہا قید کفن میں

الفت میں تری قطع محبت ہوئی سب سے
اک عمر سے بیگانہ ہوں یاران وطن میں

اکبر یہ غزل تم نے نئے رنگ میں لکھی
اچھا ہے جو ہو عام یہ انداز سخن میں

قبۂ سبز مدینہ اتر آیا دل میں
کھنچ گیا روضۂ محبوب کا نقشہ دل میں

فاش اگر راز ہو میرا ابھی طوفاں ہو بپا
جوش زن عشق محمد کا ہے دریا دل میں

ہر جگہ حسن محمد نے کیا مجھکو نہال
کبھی آنکھوں میں سمایا کبھی آیا دل میں

جالیوں کے مری آنکھوں میں کھچے ہیں نقشے
پردۂ سبز کا اترتا ہے پھریرا دل میں

یہی دو گھر ہیں مرے دونوں مکانوں کیلئے
خانۂ کعبہ ہے آنکھوں میں مدینہ دل میں

فیض حضرت نے توجہ جو ادھر فرمائی
لی مع اللہ کا نظر آ گیا جلوہ دل میں

بند کر منہ کو ذرا سر تو جھکا اے مجنوں
نظر آ جائیگی تجھکو یہیں لیلیٰ دل میں

کہیں لٹتی نہ بستی ہے ارمانوں کی
نہیں معلوم کہ یہ شور ہے کیسا دل میں

کعبہ مسجود ہوا جس کے سبب اے اکبر
جلوہ فرما ہے وہی کعبہ کا کعبہ دل میں

نہیں عکس اسکے شمع رخ کا اپنے چشم روشن میں
چراغ طور کا جلوہ ہے یہ وادی ایمن میں

پسینے میں ڈبویا گرمی مضمون عارض نے
غریق بحر رحمت ہو نہیں یا دُرِّ روشن میں

فقیروں کو ہے اپنا بوریا تخت سلیمانی
سلیمان زمانہ ہے ہر اک مور اپنے روزن میں

ترے قد سے جو دی ہیں شاعروں نے انکو تشبیہیں
اکڑتے ہیں کھڑے ہو ہو کے کیا سرو گلشن میں

سلامت ہے جو اے وحشت ہماری بادیہ گردی
نہ رہنے پائیگا کانٹا کوئی صحرا کے دامن میں

ہماری تیغ قاتل اسطرف بھی رخ کرے یارب
رگوں کا دام پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں گردن میں

نہ تڑپے ہم خیال پاکدامانیٔ قاتل سے
ادب کہتا تھا ہاں دھبہ نہ آئے اسکے دامن میں

گراں پن نرم دل کے آگے کام آتا نہیں اکبر
کفِ حدّاد پر یکساں ہے نسبت موم آہن میں

کوئی حرفِ غلط ہوں یا خطوط نقش باطل ہوں
جو کچھ ہوں صفحہ ہستی سے مٹ جانیکے قابل ہوں

نہ ہوں میں دور صحبت سے نہیں صحبت میں شامل ہوں
مرا اک اور عالم ہے نہ خارج ہوں نہ داخل ہوں

سرائے دل یوں نہیں ویراں پڑی ہے ایک مدت سے
کبھی ٹھیرا نہیں جسمیں مسافر میں وہ منزل ہوں

ذرا انصاف کر تو اے جنوں کیوں کر نہ دم نکلے
اسیر تازہ ہو نہیں تو گرفتار سلاسل ہوں

مرے غمخوار کو بھی رحم اب مجھپر نہیں آتا
نہیں معلوم ہے کیسے سنگدل قاتل کا بسمل ہوں

مرے ہی آنسوؤں کے سیل نے گھر ڈھا دیا میرا
حقیقت یہ ہے میں خود باعث ویرانیٔ دل ہوں

کسی کی تیغ کھنچی ہے لپٹ کر میری گردن سے
چلے بھی آؤ ایسے وقت میں عاشق سے کیا پردا

دلہن ہو گئیں شہید ناز کی شمشیر قاتل ہوں
بجھا دیگی جیسے باد سحر وہ شمع محفل ہوں

مری ہستی کی سرحد گو عدم سے ملگئی اکبر
مگر یہ شکل کہتی ہے میں بھی حد فاصل ہوں

وصل اس ستم شعار کا دشوار بھی نہیں
اقرار بھی نہیں ہے تو انکار بھی نہیں

پابوسیوں نے کی ہیں وہ خانہ خرابیاں
اب دل میں شوق لذت آزار بھی نہیں

پردہ سے مت سناؤ مجھے لن ترانیاں
موسیٰ صفت میں طالب دیدار بھی نہیں

عذر وصال کر کے مجھے ذبح کر دیا
کہتے ہو میرے ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اے صبر رفتہ عاشق ناشاد المدد
شبہائے ہجر میں کوئی غمخوار بھی نہیں

اب بیخودی شوق ترقی پذیر ہے
تمیز چشم و دستہ و سوفار بھی نہیں

مانگوں دعائے مرگ عدو آہ کس طرح
لذت فزائے دل الم یار بھی نہیں

احباب دیتے جاتے ہیں کندھا نجانے کیوں
ایسی تو میری لاش گرانبار بھی نہیں

اکبر کے شعر سنکے جلے جاتے ہیں عدو
کہتے ہیں گرم آپ کے اشعار بھی نہیں

نہیں چھوٹا خیال مرقد جانانہ مرقد میں
ہوئے بے چین ہم نے ایکدم پایا نہ مرقد میں

سوئے گور غریباں کس ستم آرا کی آمد ہے
تمنا دوڑتی پھرتی ہے بیتابانہ مرقد میں

نمایاں سنبل پیچاں ہوئی ہے قبر وحشی پر
یہ زنجیریں ہیں پا ہر او دے ویرانہ مرقد میں

ہوئے ارمان و حسرت یاس و حرماں سے مرے رخصت
شب تاریک غم کا ساتھ پر چھوٹا نہ مرقد میں

نہیں کوئی یہاں پرساں کسیکا وقت تنہائی
نظر آتا ہے ہر جانب مجھے ویرانہ مرقد میں

عدم آباد کو جاتا ہوں میں اب دوست سے ملنے کو
چلی ہے لیکے مجھکو ہمت مردانہ مرقد میں

لیا ہے جسنے دل میرا میں بندہ بھی اسیکا ہوں
فرشتوں سے کہو مجھسے کریں جھگڑا نہ مرقد میں

سر گور غریباں ہاتھ اوٹھا کر کہہ گیا کوئی
ملے راحت کسیکو ایکدم حاشا نہ مرقد میں

مری ہر بات پر کہتے ہیں کیا کیا مجھکو دھمکا کر
فرشتے کر رہے ہیں ناز معشوقانہ مرقد میں

اثر وحشت کا اکبر بعد مردن بھی رہا جاری
کہ کھجلانے سے باز آیا مرا تلوا نہ مرقد میں

پوشیدہ ہیں دل میں کہ کلیجہ میں نہاں ہیں
کیا جانئے تیر نگہ یار کہاں ہیں

مٹی میں ملانیکو سوئے قبر رواں ہیں
ہم دوش پہ احباب کے اک بار گراں ہیں

غیروں پہ تلطف ہے ترحم ہے کرم ہے
معلوم ہوا آپ بڑے فیض رساں ہیں

پھولی نہ پھلی شاخ امید اپنی کبھی آہ
ہم گلشن آفاق میں پامال خزاں ہیں

حیران ہوں مدہوش ہوں بیخود ہوں سراپا
جلوے کے اثر یوں مری صورت سے عیاں ہیں

کہتا ہے کوئی برق تجلی کو دکھا کر
اے طالب دیدار ترے ہوش کہاں ہیں

کچھ منہ سے جو بولیں تو کھلے راز حقیقت
کیوں مہر سر قفل در گنج نہاں ہیں

جاگیر لحد موت نے بخشی ہے عدم میں
اب ہمکو یہ دعویٰ ہے کہ ہم اہل مکاں ہیں

افسردگیٔ خاطر ناشاد مدد کر
غم ہائے غریب الوطنی کاہش جاں ہیں

رونق ہے اگر بزم سخن کی تو ہمیں سے — ہم باعث دلبستگیٔ طبع جہاں ہیں

مضمون نہیں ہے تو نہ ہو اپنی غزل میں
اکبر یہی کیا کم ہے کہ ہم اہل زباں ہیں

میرے انکے وصل کے اقرار کچھ یونہیں سے ہیں — کیا کسی کا خوف ہے تیار کچھ یونہیں سے ہیں

انکو مطلق دوست دشمن کی نہیں ہوتی تمیز — واقعی تیر نگاہ یار کچھ یونہیں سے ہیں

وہ بہت کمسن ہیں ہوتے ہوتے ہو نگے جواں — انکے سینہ پر ابھی آثار کچھ یونہیں سے ہیں

میری وحشت کا زمانہ کی زباں پر ذکر ہے — آپکے چرچے سر بازار کچھ یونہیں سے ہیں

دلمیں ہے کوئی زبردستی پلادے تو ہمیں — دخت رز سے شیخ جی بیزار کچھ یونہیں سے ہیں

رفتہ رفتہ کر دیا بدنام آخر آپ کو — ہم نہ کہتے تھے کہ یہ اغیار کچھ یونہیں سے ہیں

درد کچھ یوں ہی سا ہے دلمیں خلش یوں ہی سی ہے — مضطر و حیراں مرے غمخوار کچھ یونہیں سے ہیں

انکی غفلت میں ہے ہشیاری برابر کی شریک — خواب کچھ یونہی سا ہے بیدار کچھ یونہیں سے ہیں

کل قسم کھائی تھی لیکن آج پھر پہنچے وہیں
حضرت اکبر بھی میرے یار کچھ یونہیں سے ہیں

نظر جب وہ تجلی آئی پروانہ کی آنکھوں میں — ہوا بیخود یہ حیرت چھائی پروانہ کی آنکھوں میں

کوئی اس عالم نورانی کے اوصاف کیا جانے — بھری ہے شمع کی زیبائی پروانہ کی آنکھوں میں

چلا جاتا ہے لیکن خوف جاں مطلق نہیں کرتا — قضا پھرتی ہے کیا اترائی پروانہ کی آنکھوں میں

تو وہ ہے رشک شمع انجمن اے مجمع خوبی
کھٹکتا ہے ترا شیدائی پروانہ کی آنکھوں میں

گرا جو شمع پر اُسنے جلا کر خاک کر ڈالا
محبت نے یہ چربی چھائی پروانہ کی آنکھوں میں

اٹھے بے پردہ اسنے شمع کے بوسے سر محفل
حیا کے آتے ہوئے شرمائی پروانہ کی آنکھوں میں

لباس شمع سبز انجمن کا عکس پڑتا ہے
تماشا ہے جمی ہے کائی پروانہ کی آنکھوں میں

یہ کسکے جلوۂ دلکش نے روشن کر دیا عالم
یہ کون آیا بصد رعنائی پروانہ کی آنکھوں میں

حسد سے جل گیا اکبر کو اوسکو دیکھکر یکجا
الٰہی کیسی غیرت آئی پروانہ کی آنکھوں میں

عیش میں ہوں چین میں ہوں راحت جنت میں ہوں
کوچۂ دلدار میں ہوں یا کہ اک جنت میں ہوں

واہ کیا آرام ہے کچھ فکر دنیا ہی نہیں
چین سے لیٹا ہوا میں گوشۂ تربت میں ہوں

میں جہاں ہوں اور میرا لامکاں پر دھیان ہے
ظاہرا بستی میں ہوں لیکن بڑی وحشت میں ہوں

داور محشر کسی کا دھیان ہے اس دم مجھے
پوچھنا اُسوقت میرا حال جب فرصت میں ہوں

حشر میں کیا ملگئے دو چار خرمونکے درخت
شیخ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ میں جنت میں ہوں

خواب میں بھی تو کبھی چھیڑا نہیں میںنے اُسے
پھر سزاوار خطا ہوں میں تو کس علت میں ہوں

اے قضا تو ہی چلی آ وہ نہیں آتے اگر
جان سے بیزار میں اپنی شب فرقت میں ہوں

میری جانب بھی نگاہ لطف ہو جائے کبھی
میں بھی تو اک بندگان دامن دولت میں ہوں

کیا سناؤں حال دل اکبر کہ اس کو چھوڑ کر
رنج میں ہوں غم میں ہوں صدمے میں ہوں آفت میں ہوں

فتنے تو جمع ہو گئے میدان حشر میں — چلئے کمی ہے آپ کی سامان حشر میں

یہ طرفہ دل لگی ہے کہ کرکے مرا گلہ — انصاف چاہتے ہیں وہ دیوان حشر میں

جوش جنوں وہاں بھی ہوا گر تو دیکھنا — باقی رہے گا تار نہ دامان حشر میں

وہ بھی ہے ایک جلوہ گہ یار دلستاں — واعظ کچھ اور بات نہ کہہ شان حشر میں

کس نے لحد کے عیش محل سے جگا دیا — یہ کون مجھکو لایا ہے طوفان حشر میں

خلقت کا ایک بار ہی بس فیصلہ ہوا — وہ بن سنور کے آئے جو میدان حشر میں

چلتے ہیں ساتھ اور یہ سمجھائے جاتے ہیں — کہنا مرے خلاف نہ دیوان حشر میں

سب ظلم بھول جاؤ گے خالق کے سامنے — دیکھو سمجھ کے بات کہو شان حشر میں

اکبر یہ جوش گریہ وہاں بھی رہا تو تم
طوفان اک اٹھاؤ گے طوفان حشر میں

گذری ہے خیال خم گیسوئے دوتا میں — کاٹی ہے بلائے شب غم یاد بلا میں

عشاق پہ کرتے ہیں وہ لطف ستم آمیز — شامل ہے وہاں زہر بھی تھوڑا سا دوا میں

کہتے ہیں وہ مصروف دعا پاکے یہ مجھکو — تاثیر نہیں لگتی ہے درگاہ خدا میں

کیوں تشنہ پھرا چشمۂ حیواں سے سکندر — کچھ زہر تو آمیز نہ تھا آب بقا میں

زاہد کو نہ جنت ہی ملے گی نہ جہنم — یہ چھوڑ دیا جائے گا واں راہ خدا میں

قانع نہیں ہونے کے کبھی تا بہ قیامت — دنیا ہی سما جائے جو کشکول گدا میں

جو صاحب باطن ہیں مکدر نہیں ہوتے — جمتی ہی نہیں گرد دل اہل صفا میں

اب ظلم نہ گنوا اسے اے داورِ محشر
وہ ڈوب رہا ہے عرقِ شرم و حیا میں

اکبر کے جنازے کو جو دیکھا تو وہ بولے
بے مثل تھا یہ شخص مگر اہلِ وفا میں

غیر جس بزم میں مختار بنے بیٹھے ہیں
ہم وہاں نقش بہ دیوار بنے بیٹھے ہیں

دیکھیے کسکی خرابی ہو خدا خیر کرے
بیطرح آج تو سرکار بنے بیٹھے ہیں

شیخ جی جب سے ہوئے دخترِ قاضی کے مرید
مالکِ خانۂ خمار بنے بیٹھے ہیں

نشۂ حسن نے بیہوش کیا ہے اُن کو
اپنی دانست میں ہشیار بنے بیٹھے ہیں

دیکھتے ہیں اُسے لالچ کی نظر سے کیا کیا
وہ مرے دل کے خریدار بنے بیٹھے ہیں

داغِ دل زخمِ جگر گل کے دکھاتے ہیں بہار
آج ہم مالکِ گلزار بنے بیٹھے ہیں

نگہِ مست پلا دے مئے وحدت اون کو
پارسا بزم میں دو چار بنے بیٹھے ہیں

رحم سے اُنکو ہے نفرت تو کرم سے پرہیز
وہ جفا کیش و دل آزار بنے بیٹھے ہیں

نگہِ مست کہیں دیکھ نہ لی ہو اوس کی
آج اکبر ہیں کہ سرشار بنے بیٹھے ہیں

ازل سے ان بتوں کے ناز بردار و نہیں ہیں ہم ہی ہیں
طلبگار و نہیں ہیں ہم ہی ہوں خریدار و نہیں ہیں ہم ہی ہیں

نگاہ و ابرو و ناز و ادا سب ہیں مرے دشمن
سمجھے شاباش تنہا اتنی تلوار و نہیں ہیں ہم ہی ہیں

جفا کار و نہیں ہیں ہم ہی ہوں وفادار و نہیں تم ہی ہو
طلبگار و نہیں دشمن اور عیار و نہیں ہیں ہم ہی ہوں

خبر مجھکو نہیں دونوں جہاں کی بیخودی یہ ہے
کہ چشمِ ساقی مہوش کے سرشار و نہیں ہیں ہم ہی ہیں

نہ ہے اُمید باقی آرزو ہے اور نہ حسرت ہے
دل بیمار کے بس ایک غمخوار دنیں میں ہی ہوں

الٰہی تیری رحمت سب مجھی پر صرف ہو جائے
نکو کار دنیں عالم ہے گنہگار دنیں میں ہی ہوں

نہیں ہے مجھ میں طاقت اُٹھ کے اب جا سکوں اے اکبر
پڑا لاچار اُس کوچہ کی دیوار دنیں میں ہی ہوں

ہارے بہت زمین پہ بسمل نے ہاتھ پاؤں
کر ڈالا ذبح باندھ کے قاتل نے ہاتھ پاؤں

شرمندگی سے غرقِ عرق چاند ہو گیا
جبدم دکھائے اس مہ کامل نے ہاتھ پاؤں

انجان بن رہے ہیں مجھے قتل کر کے وہ
کیا پیٹ سے نکالے ہیں قاتل نے ہاتھ پاؤں

اوسکی گلی میں پھیر لئے جاتا ہے مجھے
قبضہ میں کر لئے ہیں مرے دل نے ہاتھ پاؤں

لاغر وہ تھا کہ اوسکی سمجھ میں نہ آ سکا
دیکھے بہت ٹٹول کے قاتل نے ہاتھ پاؤں

شرم و حجاب حسن کے سامان دیکھئے
لیلیٰ کے کیا چھپائے ہیں محمل نے ہاتھ پاؤں

نا آشنائے عشق کا حافظ ہے اب خدا
توڑے ہیں بحر عشق کے محمل نے ہاتھ پاؤں

لو بعد قتل لاش پہ اب رو رہے ہیں وہ
کیسے بچائے اُس بتِ قاتل نے ہاتھ پاؤں

اکبر تو راہ شوق میں چلکر ہی رہ گئے
کیا توڑ ڈالے پہلی ہی منزل نے ہاتھ پاؤں

ردیف واؤ

آؤ اے جنبو گنبد خضرا دیکھو
قبہ عرش ہے یہ قصر معلیٰ دیکھو

آؤ اے خضر مدینہ کا تماشا دیکھو
سبز ہر دوں کا مری آنکھوں سے جلوہ دیکھو

سامنے روضۂ انور کے میں دم توڑتا ہوں
حسرتوں کا مری خوش ہو کے نکلنا دیکھو

دیکھو وہ سامنے محراب کے ہے گنبد سبز
اہل کعبہ ادھر آؤ دوسرا کعبہ دیکھو

روضے سے جالیوں تک آؤ ذرا شاہِ اُمم
میں تڑپتا ہوں ذرا میرا تڑپنا دیکھو

روشنی شمع سر طور کی دیکھی موسیٰ
شمع بالین پیمبر کا بھی جلوا دیکھو

دیکھی کعبہ میں چراغان منارات کی سیر
آؤ تشریح کے روضہ کا بھی جلوا دیکھو

صف بصف باادب استادہ ہیں بہر سلام
چشم رحمت سے انہیں بادشہ والا دیکھو

آپ کے ہجر میں باقی نہ رہی طاقت ضبط
آؤ اب خاک پر اکبر کا تڑپنا دیکھو

ہم ساتھ لے کے آئے ہیں تصویر یار کو
دیکھو نکر نہ سمجھیں خلوت جاناں مزار کو

یہ مشت خاک بعد فنا حد سے بڑھ گئی
کہتے ہیں لوگ ڈھیر ہمارے مزار کو

بیگانے بنکے آئے ہیں وہ فاتحہ کو بھی
واقف ہیں اور پوچھ رہے ہیں مزار کو

روتا ہے یہ تو ہنستی ہے کیا کیا زمین باغ
گریہ خوشی کا آتا ہے ابر بہار کو

اُس رشک گل کا آئے تو جوبن شباب پر
ہم بھی دکھائینگے کوئی عالم بہار کو

تلوؤں کو میرے چوستے ہیں خار دشت میں
کہتے ہیں سب عزیز غریب الدیار کو

گو نقش دو طرح کے ہیں نقاش ایک ہے
دعویٰ برابری کا ہے پھولوں سے خار کو

پانی وہی زمین وہی ہے ہوا وہی
کتنا جدا کیا ہے مگر گل سے خار کو

اکبر تمہارے در پہ ہے بیٹھا ڈھٹی دئے
مایوس کیجئے نہ اس امیدوار کو

خدا ایسا کرے تم بھی کسی معشوق کو چاہو
تمہارا بھی کسی کے ہجر میں خون تمنا ہو

کسی کو جان سے مارو کسی کو نیمجاں چھوڑو
کوئی بسمل تڑپتا ہو کوئی لاشہ پھڑکتا ہو

مری تصویر کا سر کاٹنے بیٹھے ہیں خنجر سے
انہیں ہر دم یہی دھن ہے ستم ہو تو نرالا ہو

یہ دم اوروں کو جا کر دیجئے اے حضرت واعظ
تمہاری چال میں وہ آئے جو آنکھوں کا اندھا ہو

مصور نے کہا یہ کھینچکر تصویر اس بت کی
جو صورت ہو تو ایسی ہو جو نقشہ ہو تو ایسا ہو

تمہارے چاہنے والے اسی سے داد چاہیں گے
مجھے ڈر ہے قیامت میں خدا سے کچھ نہ جھگڑا ہو

کروں میں ظلم کی فریاد پیش داور محشر
وہ کافر وقت پرسش لیں چھپائے یہ نقشا ہو

جفاؤں سے نہ تم چوکو وفا کو میں نہ چھوڑوں گا
اسی صورت سے نبھ جائے تو پھر اچھا ہی اچھا ہو

فصیح الملک کو چاہا نظام الملک نے اکبر
ترقی اس غزل سے کی کہ تا اعزاز بالا ہو

اس نبی کے نور میں کیوں شان یکتائی نہو
جو جمال خالق کونین کا آئینہ ہو

پائے قسمت یوں پھریں در بدر شوریدہ سر
میرا سر ہو اور ترے در پر جبیں سائی نہو

اسکا ایماں ہی نہیں جسکو نہیں تیری تلاش
وہ مسلماں ہی نہیں جو تیرا شیدائی نہو

پردۂ انساں میں آ کر جو دکھاتا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہو

حشر برپا کیوں ہوا ایسے گنہگاروں کو کہیں
کھینچکر رحمت ترے دربار میں لائی نہو

اس دعا پر اکبر عاصی کی سب آمین کہیں
یا الٰہی عرصۂ محشر میں رسوائی نہو

کیا برباد قسمت نے غریبوں کے مزاروں کو
بگولا ڈھونڈھتا پھرتا ہے اب کسکے غباروں کو

نگارستان قدرت ہے ہر اک صحرا ہر اک گلشن
ہوائے موسم گل نے نکالا ہے لالہ زاروں کو

یہ ہیں باغ رواں ہمراہ لیجاؤ جہاں چاہو
چمن کیا پائینگے ان گلعذاروں کی بہاروں کو

سکندر دیکھتا اقبال گران کا تو مرجاتا
عجب دولت خدا نے دی تھی ان آئینہ داروں کو

تمہاری کفش زریں کسطرح مہتاب نے پائی
فلک پر چن دیا ہے کس ترینے سے ستاروں کو

کسی کی آستاں بوسی کا سودا ہے مگر اسکو
جھکایا ہے فلک نے کسقدر اپنے کناروں کو

اُتر کر تخت زریں سے پھر آ کر خاک پر سوئے
تکلف ہو لیجانا ہی پڑا ان تاجداروں کو

سوار پشت رہوار اجل ہیں جتنے انساں ہیں
کہاں نوبت اُترنیکی ملیگی ان سواروں کو

دعا ہے اکبر بے خانماں کی اب یہی تجھسے
مرے دلیں بساجائے یا خدا ان چار یاروں کو

ہمارے واسطے لے چرخ نو ایجاد کچھ بھی ہو
جفا ہو یا وفا یا ظلم یا بیداد کچھ بھی ہو

سوال وصل پر خاموش کیوں ہے اسقدر ظالم
نہیں ہو یا کہ ہاں ہو ہو مگر ارشاد کچھ بھی ہو

اثر ہو جسمیں اُسکو شوق سے آغاز کر اے دل
فغاں ہو آہ ہو نالہ ہو یا فریاد کچھ بھی ہو

لگاؤ بے تامل آپ مشتاق شہادت پر
چھری ہو تیغ ہو یا خنجر فولاد کچھ بھی ہو

تمہارا چاہنے والا ہوں سر انام رکھدو تم
سٹری سودائی رسوا قیس یا فرہاد کچھ بھی ہو

مجھے لے جوشِ وحشت ایسی جا پیچل کہ دل بہلے
چمن ہو دشت یا ویرانہ آباد کچھ بھی ہو

کہوں کیا داستانِ غمِ شب خلوت بہلا تجھے
ترے سر کی قسم اس دم جو مجھکو یاد کچھ بھی ہو

سنا دے یہ خبر اے قاصدِ جاناں کہ جی اٹھوں
نویدِ مرگ ہو وہ یا مبارکباد کچھ بھی ہو

دل اکبر بہت مدت سے مشتاق زیارت ہے
دکن کو ہم تو آتے ہیں اب اے استاد کچھ بھی ہو

تم شوخ و شریر آدمی ہو
چنچل ہو چھلاوہ ہو پری ہو

کہنا شب وصل ہائے اسکا
بس دور سے آج دل لگی ہو

اے چرخ خدا کا قہر تجھپر
میری تو نہو تری خوشی ہو

کیوں صدمۂ یاس سے نہ مرجاؤں
جب یاں نہ قتل ناز کی ہو

کہتا ہوں وہی جو کہہ رہا تھا
کھاتا ہوں قسم جو بات کی ہو

باتیں تو کرو ملاؤ تو آنکھ
تم اور ہو کوئی یا وہی ہو

واعظ کو کوثر کی اتنی تعریف
ایسا تو نہو کچھ اس میں پی ہو

گذری قلق و غم و الم میں
ایسی بھی بُری نہ زندگی ہو

اکبر نہیں شک کچھ اس میں تم بھی
اِس عہد کے میر و مصحفی ہو

خوف کیا ہے دین لو ایمان لو
صبر لو دل لو سکوں لو جان لو

جبکہ تم مشقِ ستم کرتے تھے روز
میں وہی ہوں جان لو پہچان لو

غیر کو مارا ہے کس نے کیا خبر
مجھ پہ اُس نے رکھدیا طوفان لو

آج تو اقرار کر لو وصل کا
رحم ہے دل میں تو کہنا مان لو

آرزوئیں چل بسیں حسرت مٹی
عشق دل میں ہو گیا ویران لو

آئینہ میں شکل اپنی دیکھکر
آپ ہی وہ ہو گئے حیران لو

ہم شب وعدہ یہاں ہیں منتظر
وہ وہاں ہیں غیر کے مہمان لو

عطر ملتے تھے خوشی سے مجھکو جو
یہ بھی وہ کہتے نہیں اب پان لو

اُس میں لکھا ہے تمہارا بھی گلہ
مول اکبر کا نہ تم دیوان لو

اُس غنچہ کو دل دیکھے یہ بیتاب نہ کیوں ہو
وہ برق ہی جب ہے تو یہ سیماب نہ کیوں ہو

جب خنجر پُر آب ہو قاتل کا بہت تیز
دلمیں اثر سوزش سیماب نہ کیوں ہو

اس کان لطافت کے ہے دانتوں کا تصور
ہر اشک مرا گوہر نایاب نہ کیوں ہو

جب واسطے انسان کے ہے راحت و آرام
پھر عمر بھلا صرف خور و خواب نہ کیوں ہو

ملتا نہیں ہر ایک سے وہ گل تو گلہ کیا
جو چیز کہ نادر ہے وہ کمیاب نہ کیوں ہو

جس جا پہ کہ ہو دختر رز انجمن آرا
اُس بزم میں پھر جلوۂ مہتاب نہ کیوں ہو

ناچار دل افگار وہ کہتے ہیں عدو سے
جلتا ہوں کہ میرا ہی یہ القاب نہ کیوں ہو

اچھا مگر اسکی جو نہیں ہے نہ سہی پر
معدوم ہی جب ہے تو وہ نایاب نہ کیوں ہو

رونے کا نتیجہ ہے یہی حضرت اکبر
اشکوں سے رواں خلق میں سیلاب نہ کیوں ہو

ردیف ہ

جاتی ہی نہیں دل سے تمنائے مدینہ
پھرتا ہے مری آنکھوں میں صحرائے مدینہ

قربان مزار شہ والائے مدینہ
دل خلد کا ہے گنبد خضرائے مدینہ

مقصد ہے مرا یہی مگر فرط ادب سے
لب پر نہیں آتا کہ ہوں شیدائے مدینہ

دلیں ہے کہ مرکر بھی نہ نکلیں گے وہاں سے
اب کے رہیں تقدیر جو دکھلائے مدینہ

سب دوریاں نزدیک ہیں دل میں ہے اگر عشق
ہم ہند میں ہیں آنکھوں میں صحرائے مدینہ

سودا ہو جو سر میں تو مدینہ کے سفر کا
ہو عشق تو عشق شہ والائے مدینہ

کعبے گئے تھے ڈھونڈھنے ہم ہند سے جسکو
بتا دیں وہی انجمن آرائے مدینہ

ہر مرتبہ بڑھتا ہی گیا ولولۂ شوق
کیا لطف دکھاتی ہے تمنائے مدینہ

کعبے سے مرا خانۂ دل کم نہیں اکبر
روشن ہے یہاں شمع تجلائے مدینہ

کروں کیا میں وصف بہار مدینہ
ہیں خوش رنگ پھولوں سے خار مدینہ

ہو مدفن مدینہ کے جنگل میں میرا
مری خاک ہو اور جوار مدینہ

جنوں میرا پھیلائے گا پاؤں کیا کیا
ترقی کرے گی بہار مدینہ

مرا نقد دل نذر سلطان طیبہ
مرا دین و ایماں نثار مدینہ

فلک پر ہے کوثر تو مکہ میں زمزم
مری آنکھوں میں آبشار مدینہ

سنئے قصۂ ہجر فرقت زدوں کا
کہاں ہے مرا تاجدار مدینہ

ضرورت ہے سرمہ کی آنکھوں کو میری
صبا مجھ کو لادے غبار مدینہ

شرف کعبہ پر ہے مریدوں کو اکبر
یہ ہے مسکن شہریار مدینہ

وقت زینت دیکھئے توقیر پشت آئینہ
زانوئے دلدار ہے جاگیر پشت آئینہ

انجمن کی انجمن حیران ہے اُس کو دیکھکر
سب ہیں ششدر صورت تصویر پشت آئینہ

صحبت اہل صفا ہے صاف عزت کی دلیل
آئینہ کیا ہاتھ ہے توقیر پشت آئینہ

آئینہ اسکو دکھایا اُسکے روئے صاف نے
چپ ہو کیوں بلبل تصویر پشت آئینہ

باندھے جاتے رہ رہی ہیں جو کہ بدبختا ازل
عکس گیسو بن گیا زنجیر پشت آئینہ

آپنے کیوں اس سے منہ پھیرا سبب بھی کوئی ہے
آپ ثابت کیجئے تقصیر پشت آئینہ

اسمیں بھی لکھا ہوا ہے وصف حال زلف یار
کہہ رہی ہے صاف یہ تحریر پشت آئینہ

ہاتھ سے وہ چھونے پائے تھے کہ خود میں کھو گئے
ہمنے دیکھی ہے عجب تاثیر پشت آئینہ

سر پہ چمکے اور پہلو میں اُسے زینت ملے
وقر یہ عاشق کا وہ توقیر پشت آئینہ

چھو لیا کسنے دم آرائش و تزئین اُسے
آج ہے افلاک پر تقدیر پشت آئینہ

پاس رہکر بھی تو ہم دیدار سے محروم ہیں
کیا ہوئے ہم گر ہوئے تصویر پشت آئینہ

حضرت جوہر نے اکبر خوب لکھی ہے غزل
جسمیں ہے اک قافیہ توقیر پشت آئینہ

ردیف ی

زخم کھا کر بڑھ گیا شوق شہادت اور بھی
ایک چرکا تو اسے اور بے مروت اور بھی

جب آئے وعدہ پردہ اور بھڑکا اشتیاق
بڑھ گئی ناکامیوں سے اپنی ہمت اور بھی

تیرہ بختی ایک تو پہلے ہی سے قسمت میں تھی
آ گئی اُن گیسوؤں کو چھو کے شامت اور بھی

جب سے وارفتہ تری رفتار کا سمجھی ہے وہ
ناز اب کرنے لگی ہم سے قیامت اور بھی

ایک تو پہلے ہی سے تھا اُن میں جادو کا اثر
سرگیں ہو کر ہوئیں آنکھیں وہ آفت اور بھی

قہر تھا جانا ہی تیرا اور پھر منہ پھیر کر
حشر برپا کر رہی ہے یہ قیامت اور بھی

روز و شب ہاتھوں میں ہے تیرے چراغ مہر و ماہ
او فلک دیکھی ہے تو نے ایسی صورت اور بھی

اے خدا پہلے سے اب بڑھ کر مدینہ کا ہے شوق
ایکبار اکبر کو ہو جائے زیارت اور بھی

تا دمِ مرگ نہ کی ترک رفاقت میری
درد دل کیا کہوں کی تو نے جو خدمت میری

نظرِ بد کا ہے ڈر سامنے مشاطہ نہ آئے
آئینہ آپ کو دکھلائے گی سیرت میری

خاکساری کا اثر بعد فنا بھی نہ گیا
کبھی اونچی نہ زمیں سے ہوئی تربت میری

ایک ساعت کو ہے چپ تو میں فریاد کروں
کوئی سنتا نہیں اے شور قیامت میری

میکشو دخترِ رز کو مرے آگے سے ہٹاؤ
کچھ نہ بن آئے گی بگڑے گی جو نیت میری

موت کو مژدہ ہے افسوس ہے ارمانوں پہ
ضعف بڑھتا ہے گھٹی جاتی ہے طاقت میری

میں تو کہتا ہوں کہ وہ آئیں نہ آئیں کیونکر
کئی ہاتھ اس سے بڑی نکلی تری لف دراز
عقل کہتی ہے کہ رہ مسخرۂ عشق سے دور

ناصحا ہو بھی تو قابو میں طبیعت میری
میں تو سمجھا تھا ہمت کچھ گئی ہمت میری
دل یہ کہتا ہے ہٹیگی نہیں ہمت میری

نازکی کس کی پسند آئے مجھے اے اکبر
نازک اب حد سے زیادہ ہے طبیعت میری

میری جمعیتِ دل کا نہیں ساماں کوئی
اسقدر تیز روی باگ ذرا نرم کرو
دل تو ہے میرا اگر تیر تمہارے ہوں تو ہوں
لوگ پہنچانے کو تا منزلِ اوّل آئے
مرحبا صلِ علیٰ حسن کے یہ سستے ہیں
فصل گل آئی ہے اب عام ہوئی وحشتِ دل
قیس نے نجد سے باہر کبھی رکھے نہ قدم
یاد ہے مجھکو کسی گل کا کتابی چہرہ
تو وہ افعی ہے کہ منتر ہی نہیں ہے جسکا

اپنی زلفوں کی طرح خود ہے پریشاں کوئی
پیچھے پیچھے ہے ترے عمر گریزاں کوئی
کھینچئے دو نگاہ انہیں ہے ہیں پیکاں کوئی
اور یاں زادِ سفر کا نہیں ساماں کوئی
دیکھکر آئینہ خود ہو گیا حیراں کوئی
چاک ہونے سے بچیگا نہ گریباں کوئی
ہمنے چھوڑا نہیں وحشت میں بیاباں کوئی
میں پڑھاؤں جو پڑھے مجھسے گلستاں کوئی
تیرا کاٹا نہ جیا اسے شبِ ہجراں کوئی

میں جو کہہ لیتا ہوں کچھ ہے مجھے حیرت اکبر
میری جمعیتِ دل کا نہیں ساماں کوئی

جنت میں مکاں اپنا بناتے ہیں نمازی

مسجد میں ترے شوق سے جاتے ہیں نمازی

سجود بھی خوش ہوتا ہے محبوب بھی راضی
سجدہ کیلئے سر جو جھکاتے ہیں نمازی

خدمت کیلئے حوریں سکونت کیلئے خلد
پھولے نہیں جامے میں سماتے ہیں نمازی

کہتا ہے یہ دروازہ پہ داروغہ جنت
ہٹ جاؤ کہ فردوس میں جاتے ہیں نمازی

حوریں ہیں لئے ہاتھ میں ہر رنگ کے میوے
پھل اپنی نمازوں کا یہ پاتے ہیں نمازی

ظہر و سحر و عصر کو مغرب کو عشا کو
اللہ کے دربار میں جاتے ہیں نمازی

ڈرتے ہیں قضا ہونے سے مٹتے ہیں ادا پر
جاں اپنی نمازوں میں لڑاتے ہیں نمازی

سجدہ کا نشاں چاند سا روشن ہے جبیں پر
حوران بہشتی کو لبھاتے ہیں نمازی

حوران جناں کہتی ہیں اکبر سے کہ سرکار
لو تم بھی چلو خلد میں جاتے ہیں نمازی

زمیں ملجائے طیبہ میں مجھے سرکار تھوڑی سی
یہی اک عرض ہے سن لو سر دربار تھوڑی سی

ہے وقت جانکنی اسوقت تو صورت دکھا دیجے
کہ باقی ہے حیات عاشق بیمار تھوڑی سی

مری مشکل کشائی کیجئے یہ مشکلیں مولا
تمہیں آسان بہت سی ہیں مری دشوار تھوڑی سی

ہوا جاتا ہوں غرق بحر عصیاں المدد مولا
کہ کشتی ہوتے ہوتے رہ گئی ہے پار تھوڑی سی

جھلک اس حسن دلکش کی دکھا دو چشم موسیٰ کو
مرے مولا ذرا سی شیدا برار تھوڑی سی

زلیخا کی طرح آتے خریداری کو خود یوسف
دکھاتے تم تجلی گر سر بازار تھوڑی سی

بس اے اکبر اسے چلکر مدینہ میں بسر کیجے
بہت سی ہو چکی اب زندگی ہے یار تھوڑی سی

اپنی محفل میں تو خوش ہو کے بلائے ساقی
تیرے قربان میں اے گیسوؤں والے ساقی

نام جم جم ترا میخانۂ ہستی میں رہے
دیدے اک جام پیاسوں کی دعا لے ساقی

کھینچ لایا مجھے کوثر پہ ترا شوق جمال
کرتا پھرتا تھا سرِ حشر میں نالے ساقی

کسقدر نشۂ غفلت سے پڑا ہوں بیہوش
اب گرا میں یہ چلا بہرِ خدا اے ساقی

سوئے رخ کہتی ہیں جھک جھک کے گھٹائیں کالی
لوں بلائیں تری اے گیسوؤں والے ساقی

حامد و احمد و محمود محمد قاسم
پیارے پیارے ہیں ترے نام نرالے ساقی

اپنے اکبر کو بھی اک جام محبت دینا
اے نئے ساغروں کے بانٹنے والے ساقی

روضۂ سید مظلوم کے جانے والے
ہیں مکاں گلشن فردوس میں پانیوالے

اسپہ مرتے ہیں کہ ہو خاک شفا جائے مزار
بے ٹھکانے نہ رہیں شہ کے ٹھکانیوالے

تشنگی میں بھی رہے فیض کے دریا جاری
تھے نہ حیدر کے پسر آنکھ چرانیوالے

ہائے پانی نہ ملا ان کو لبِ نہر فرات
جنکے ماں باپ تھے کوثر کے لٹانیوالے

روضۂ شاہ پہ رہ جائینگے جا کر اکبر
نہیں نادر کی طرح لوٹ کے آنیوالے

میں صدقے ترے نور کے تاج والے
مجھے بھی تو متوالا اپنا بنالے

مری جان و دل تیرے اوپر تصدق
مرے دین و ایماں ہیں تیرے حوالے

تڑپتا ہے دل اور ترستی ہیں آنکھیں
کہاں ہے تو اے زلف لٹکانیوالے

بوقتِ شفاعت محمدؐ سے حق نے
تو مانگ اپنے ماں باپ یا اپنی اُمت
کہا سن کے مولا نے رو کر خدا سے
ترے رحم پر اپنے ماں باپ چھوڑے
کہا جوش میں آ کے بحرِ کرم نے

کہا میرے پیارے جہاں سے نرالے
بس ان دونوں سے ایک کو بخشوا لے
کہ اے عزت و عظمت و شان والے
ولے نار سے میری اُمت بچا لے
کہ پیارے تو چاہے جسے بخشوا لے

خدا کہہ رہا تھا محمدؐ سے اکبر
کہ گلزارِ جنت ہے تیرے حوالے

سنگ کو آپ چھوئیں جوہر قابل ہے وہی
آپ جس گھر میں قدم رنجہ کریں دل ہے وہی
تم وہی ہو مگر افسوس وہ باتیں نہ رہیں
اُٹھ گیا دیدۂ عاشق سے دوئی کا پردہ
جسکی اپنی حقیقت پہ نظر ہے آگاہ
جسکا میلان نہ دنیا کی طرف ہو وہ ہے مرد
ہمکو ہر وادیِ تحریر میں کھٹکا کیا ہے

آپ چن لیں جسے ایجان جہاں دل ہے وہی
رونق افروز جہاں آپ ہوں منزل ہے وہی
ہیں وہی شخص ہوں ایجان مراد دل ہے وہی
وہی لیلیٰ ہے وہی قیس ہے محمل ہے وہی
بیخبر آپ سے جو شخص ہے غافل ہے وہی
مبتلا ہو جو تری زلف کا مائل ہے وہی
پاؤں پھیلا کے جہاں سو گئے منزل ہے وہی

ہے کوئی ایسی مسافر کے لئے جا اکبر
نام ہے قبر مگر عیش کی منزل ہے وہی

بشر سے ثنا کیا ہو حضرت علیؑ کی
خدا جانتا ہے حقیقت علیؑ کی

شریعت میں ہے فرض الفت علی کی
ہے ایمان مومن محبت علیؑ کی

بلا کر شبِ وصل حضرت کو حق نے
دکھا دی سر عرش صورت علیؑ کی

ابھی سے اوڑیں سب زمین نجف کو
فلک پر کھلے گر حقیقت علیؑ کی

الٰہی وہ دن مجھکو آنکھوں سے دکھلا
کہ دیکھوں نجف جا کے تربت علیؑ کی

چمن قابل سیر صلِّ علیٰ ہے
ہے غنچہ میں بو گل میں نگہت علیؑ کی

زمیں آسماں سب یہ ہیں چار دن کے
کہیں اس سے پہلے ہے خلقت علیؑ کی

علی بازوئے قوت مصطفےٰ ہے
ہے زور ید اللہ طاقت علیؑ کی

نکالے زلیخا بھی یوسف کو اپنے
دکھاتا ہے اکبر بھی صورت علیؑ کی

جو جستجو ہے تو ہے تیری جستجو باقی
جو آرزو ہے تو بس تیری آرزو باقی

نہ میں رہوں نہ رہے میری آرزو باقی
قیام تجھکو ہے ہے تیری جستجو باقی

اُسے بقا نہیں ہرگز جو تجھ سے خالی ہے
نہیں فنا اُسے رہجائے آبرو باقی

گھر کیطرح سے ہو جائے گوشہ گیر بشر
جو چاہتا ہے کہ رہجائے آبرو باقی

بنایا کرتے تھے جو رات رات بھر زلفیں
یہ مٹ گئے نہ رہا ایک تار مو باقی

نہ جائیگی کبھی لاگ اُن کے تیغ ابرو کی
رہے گا جسم میں جبتک مرا گلو باقی

ہوئی نہ بند بس مرگ چشم عاشق زار
کسی کی دید کی اب تک ہے آرزو باقی

نکل چکی ہیں مرے دل کی سب تمنائیں ۔ اب ایک جان ہے یا تیری جستجو باقی

کُھلا یہ آمد و رفت نفس سے اے اکبرؔ
ابھی تو ہم کو ہے اپنی ہی جستجو باقی

نہیں ہمکو خوف عذاب ہے کہ تو عاصیوں کا کفیل ہے ۔ ترا نام رحمتِ عالمین تو حبیبِ ربِّ جلیل ہے
کوئی تجھسا اے شہ دوسرا نہ حسین ہے نہ شکیل ہے ۔ ترا نور نورِ جلیل ہے ترا حسن حسنِ جمیل ہے
شجر و حجر ملک و بشر ہیں زبانِ حال سے نغمہ گر ۔ کہ درود بھیجنا آپ پر رہِ مغفرت کی دلیل ہے
تو خدا کا سچا حبیب ہے تجھے حق سے وصل نصیب ہے ۔ ترا یا محمدؐ مصطفےٰ کوئی مثل ہے نہ عدیل ہے
درِ ساقیٔ تسنیم پر یہی دھوم ہوگی بہشت میں ۔ چلو پینے والو سبیل ہے چلو پینے والو سبیل ہے
ترے حکم کا جو مطیع ہے وہ مکینِ خلدِ رفیع ہے ۔ تری راہ سے جو پھرا اشہادہ خراب ہے وہ ذلیل ہے

دمِ واپسیں مرے کبریا ہے کلمہ تیرے حبیبؐ کا
بزبانِ اکبرِ بے نوا کہ یہ زادِ راہ قلیل ہے

یا نبیؐ دکھلائیے مکھڑا خدا کے واسطے ۔ ایک جلوہ اپنے حسنِ دلربا کے واسطے
بیکس و ننگا نذرِ خالق روزِ محشر میں غریب ۔ آپ کی تصویر لیجاؤں خدا کے واسطے
ایسی آلودہ نگاہوں کو وہاں کب بار ہے ۔ اور آنکھیں ہیں جمالِ مصطفےٰ کے واسطے
صورتِ کعبہ یہاں سے بھی نکلجائیں یہ بت ۔ ہے مکانِ دلِ شہِ ہر دوسرا کے واسطے
کعبۂ دل پاک کر رکھا ہے میں نے یا نبیؐ ۔ میہماں ہو آپ ہی سا اس سرا کے واسطے
خاکِ نعلینِ شہِ دیں ہاتھ آجائے اگر ۔ ہو وہ سرمہ دیدۂ دل کی ضیا کے واسطے

سب اسی کیواسطے ہیں جسقدر ہیں آفتیں
خالِ رُخ دیکھا جو تیرا ہو گیا میں تندرست

آدمی پیدا ہوا رنج و بلا کے واسطے
ہے یہی حب الشفا دل کی دوا کیواسطے

آدمی ہوں میری اصلیت ہے اکبر بھول چوک
ہے خطا میرے لئے میں ہوں خطا کیواسطے

ابھی آئے تھے ابھی چل بسے مرنیوالے
آفتیں ڈھاتے ہیں دنیا میں سنورنیوالے
صفت بوئے گل اس باغ جہاں سے گذرے
آپ سمجھائیں مگر رد نہ ہو سائل کا سوال
نام سے راہ عدم کے مجھے کیوں وحشت ہے
کھل گیا بھید ہمیں یار ترے گھونگٹ کا
دور ہی گھر ہیں گھر آنگن ہیں پر نزادو نکے
کشتیٔ عمر کنارے کے قریب آ پہنچی

یوں سفر کرتے ہیں دنیا سے گزرنیوالے
لوٹے لیتے ہیں زمانے کو نکھرنے والے
گیا سبکدوش گئے آپ پہ مرنیوالے
ہم تو ہیں قبر کا منہ خاک سے بھرنیوالے
سب اسی راہ سے اکدن ہیں گذرنیوالے
منہ دکھاتے نہیں دل لیکے مکرنیوالے
آنکھوں میں پھرتے ہیں دلمیں اُترنیوالے
بحرِ ہستی سے ہیں ہم پار اُترنیوالے

خوب دیکھی ہے اندھیری شبِ غم کی اکبر
ہم نہیں تیرگیٔ قبر سے ڈرنے والے

سیہ کاریاں بخشوا کملی والے
مجھے اپنا جلوہ دکھا کملی والے
سبھی تا کہ سایہ ترا چترِ رحمت

محمد حبیبِ خدا کملی والے
کہوں میں ترا مبتلا کملی والے
یہاں سے وہاں اڑ گیا کملی والے

پسند آئی خالق کو معراج کی شب
ترے کاکلوں کی ادا کملی والے

تو کر سایہ زلفوں کا جھک آئی سر پہ
سیہ کاریوں کی گھٹا کملی والے

گرجتے ہیں بادل چمکتی ہے بجلی
تو کملی میں اپنی چھپا کملی والے

کھلی رنگ مزمل سے محبت
کہ کہتا تھا خود یہ خدا کملی والے

عبادت میں ہر شام کو صبح کرنا
ہمارے لئے مرحبا کملی والے

نہ اتنی عبادت کو ہم نے کہا تھا
ورم پاؤں پر آگیا کملی والے

عبادت کو کرکم ہیں روتے فرشتے
سحر کا اجالا ہوا کملی والے

پسند آئی خالق کو اللہ اکبر
عبادت تری مرحبا کملی والے

کہتے ہیں خالق یہاں محبوب جانی چاہیئے
خلد میں سیاحت محبوب جانی چاہیئے

دیکھکر معراج میں اُن کو فرشتوں نے کہا
ایسا مہماں چاہیئے یوں میہمانی چاہیئے

ہجر شہ میں بستر غم پر گرایا ہے مجھے
اور کیا طاقت مجھے اے ناتوانی چاہیئے

داستانِ غم کہانی درد کی جز آپ کے
کس سے کہنی چاہیئے کسکو سنانی چاہیئے

شافع محشر نہیں میرے گناہوں کا شمار
ایسے عاصی پر تمہاری مہربانی چاہیئے

جاں بحق تسلیم ہے عشق رسول اللہ میں
تربت اکبر مدینہ میں بنانی چاہیئے

رہیں زمانہ ہوا اُن سے دل لگائے ہوئے
عدم سے آئے ہیں سر پہ یہ بوجھ اٹھائے ہوئے

مجھی سے چلتے ہیں چالیں مرے سکھائے ہوئے
بنانے آئے ہیں مجھکو مرے بنائے ہوئے

خرام ناز ذرا دیکھہ بھال کر کیجئے
ہم اپنی آنکھیں ہیں زیر قدم بچھائے ہوئے

یہ کیا ہوا کہ بھڑک اُٹھی آتش اُلفت
یہ آگ سینہ میں تھے کب سے ہم دبائے ہوئے

اشارہ کیجئے تیغ نگہ کو دیر ہے کیا
یہ کشتے ہیں کھڑے سب گردنیں جھکائے ہوئے

دل و جگر ہیں انہیں کے کھینگے اونکی سی
حبب اختیار سے اپنے گئے پرائے ہوئے

وہ رشک شمع پئے فاتحہ جو آیا ہے
چراغ ہیں مرے مرقد کے جھلملائے ہوئے

مجھے نظر میں بھلا اپنی کیا حسین کوئی
نگاہ میں تو مری آپ ہیں سمائے ہوئے

جہاں میں عید تھی کل جنکی دید کی اکبر
پڑے ہیں آج لحد میں وہ منہ چھپائے ہوئے

آج بیتاب وہ رشکِ گل تر کتنا ہے
بھری آنکھوں میں خدا جانے اثر کتنا ہے

تم جو فرماتے ہو دل کو مرے چھوٹا سا مکاں
آؤ خود دیکھو تو وسعت میں یہ گھر کتنا ہے

ہمسریِ کا قد دلدار کی ہے سرو کو شوق
اے صبا دیکھہ تو موزوں یہ شجر کتنا ہے

ہاتھ آئی ہے تری حلقہ بگوشی جو اُسے
شور دریا میں ہے اعزاز گہر کتنا ہے

اُس حسین سے یہی کہتا ہے مرا دیدۂ تر
دیکھوں باریک ترا موئے کمر کتنا ہے

روز کرآتا ہے دو چار کو جا کر تہ خاک
باوجود اُسکے بھی غافل یہ بشر کتنا ہے

دے بھی ڈالو کہیں دل یار کو تم اے اکبر
خیر گر اسمیں ضرر ہے تو ضرر کتنا ہے

مہر ذرہ ہے شہ ارض و سما کے آگے
شمع پروانہ ہے محبوب خدا کے آگے

بندۂ بیدرم صاحب لولاک ہیں ہم
آدمی کیا ہے کہیں ہم تو خدا کے آگے

آپکی ذات مبارک کا وسیلہ ہے ہمیں
کیوں اجابت نہ ہو اپنی دعا کے آگے

ہو گیا رنگ حنا جوش خجالت سے سیاہ
یہ جما رنگ بھی خون شہدا کے آگے

صبح کو چلتی ہے جبدم یہ مدینہ کی طرف
ہم بھی اڑتے ہوئے ہوتے ہیں صبا کے آگے

یوں ہے حضرت کو رسولوں کی جماعت میں فروغ
ماہ جسطرح چمکتا ہے سہا کے آگے

جیسے قطرہ کی حقیقت ہو سمندر کے حضور
یوں خطا ہے مری حضرت کی عطا کے آگے

غازۂ عارض عصیاں ہے شفاعت لاریب
سرخرو ہوں گے گنہگار خدا کے آگے

سرخرو حشر کہ عشق میں اکبر ہی رہا
نہ بڑھا کوئی شہیدان وفا کے آگے

زلف شبگوں سے جو وہ عارض زیبا نکلے
ارنی کہتے ہوئے قبر سے موسیٰ نکلے

کہیے دل نذر کو نکلے کہ کلیجا نکلے
کون دونوں میں پسند آپکو ہے کیا نکلے

دے اگر اذن زیارت رخ موزوں تیرا
سرو گلزار سے فردوس سے طوبیٰ نکلے

کیا بتائیں ہے کہاں خانہ بدوشوں کا مقام
ابھی گلشن میں ہیں صحرا میں ابھی جا نکلے

دی اجازت نہ تڑپنے کی دم ذبح بھی حیف
وہ نہیں چاہتے اتنی بھی تمنا نکلے

بزم ہستی کی ہے انسان کے دم سے رونق
خوب دیکھا تو ہمیں انجمن آرا نکلے

ہمنے پھیلائی تو ہے جنس محبت کی دوکان
یا خدا کوئی خریدار ادھر آ نکلے

الفتِ آلِ عبا سے رہے معمور یہ دل
حشر میں کوئی تو بخشش کا وسیلہ نکلے

آج ہیں گرمِ فغاں ہم بھی چمن میں اکبر
آشیانے میں ہے کیوں بلبلِ شیدا نکلے

مدینہ کی عجب روشن زمیں ہے
رسول اللہ کا جلوہ یہیں ہے

رسول اللہ کی صورت کے قرباں
یہی نقشہ تو نقشِ اولیں ہے

لکھا ہے ہمنے حضرت کو عریضہ
ہمارا نامہ بر روح الامیں ہے

مدینہ کیوں خدا کو ہو نہ محبوب
کہ یہ محبوب کی پیاری زمیں ہے

پڑا ہا ہم نے خطِ تقدیر اپنا
درِ جاناں ہے اور اپنی زمیں ہے

کمر خم ہوگئی بارِ گنہ سے
یہ پیشتارہ تو اب اُٹھتا نہیں ہے

وہاں کیا باریابی ہو کسی کی
غرورِ حسن اُس کا ہمنشیں ہے

چھپا کر اُس کو رکھ چھوڑا ہے میں نے
خدنگِ نازِ قاتل دل نشیں ہے

توکل ہے ہمیں اپنے خدا پر
ہمارے پاس اکبر کیا نہیں ہے

مرا دل وہی دلربا بھی وہی ہے
جو ہے مدعی مدعا بھی وہی ہے

جو دردِ جگر ہے شفا بھی وہی ہے
مرض بھی وہی ہے دوا بھی وہی ہے

تعیّن سے باہر ہوئے جب تو سمجھے
جو ہے ابتدا انتہا بھی وہی ہے

وہی رنگِ گل ہے وہی آہِ بلبل
چمن بھی وہی ہے صبا بھی وہی ہے

محبت کی آنکھیں غضب کی نگاہیں
جفا بھی وہی ہے وفا بھی وہی ہے

وہی آئینہ ہے وہی عکس عارض
صفا بھی وہی ہے ضیا بھی وہی ہے

چمن میں صبا نے کہا گوش گل میں
جو نکہت ہے زلف رسا بھی وہی ہے

وہی ہجر میں نا امیدی کی حالت
شب وعدہ پھر آسرا بھی وہی ہے

وہی زندگی ہے وہی مرگ اکبر
بقا بھی وہی ہے فنا بھی وہی ہے

زلفِ عنبر بو سرِ رخسار رہنے دیجئے
مومن و ہندو میں اب تکرار رہنے دیجئے

رات اب تھوڑی سی ہے انکار رہنے دیجئے
ہاتھا پائی ہو چکی سرکار رہنے دیجئے

مر ہی جاؤنگا اگر اترا محبت کا بخار
حضرتِ عیسیٰ مجھے بیمار رہنے دیجئے

رات بھی باقی ہے رخصت آپ ہوتے ہیں حضور
صبح تک قسمت مری بیدار رہنے دیجئے

توڑیئے میری طرف کھڑکی نظارہ کیلئے
غیر کے گھر کی طرف دیوار رہنے دیجئے

پھر وہی تکرار بے معنی وعذر بے سبب
اب نہ مانا جائیگا اصرار رہنے دیجئے

آئے دن کا معرکہ اور روز قتل عام ہے
جاں نثاری کیلئے دو چار رہنے دیجئے

قابل فتراک ہم جانبازوں کے سر ہیں حضور
ٹھوکروں ہی میں سر اغیار رہنے دیجئے

اب مدینہ سے نکلنے کا نہ ہو اکبر کو حکم
اپنے مسکن میں شہ ابرار رہنے دیجئے

اب تو کچھ کام ہمارے بھی صبا آتی ہے
قصر محبوب کا پردہ تو اٹھا آتی ہے

کوچۂ گیسوئے جاناں سے یہ کیا آتی ہے
آج بل کرتی ہوئی باد صبا آتی ہے

قصر فردوس ہے اے حور لقا تیرا گھر
کھڑکیوں سے تری جنت کی ہوا آتی ہے

آج تو پاؤں زمیں پر نہیں جمتے اس کے
کوچۂ یار سے کیا باد صبا آتی ہے

ایسے سوئے ہیں عدم والے نہ لی کروٹ بھی
نیند کیسی تہ دامانِ قضا آتی ہے

اسکی آنکھوں نے مگر قافلۂ دل لوٹا
شور اٹھتا ہے نہ آواز درا آتی ہے

حسن گزرا تو شباب آیا لڑکپن نہ رہا
تن کے چلتے ہیں تو اب انکو حیا آتی ہے

ساقی شیشوں کی لگا دے مرے آگے تو قطار
دیکھ اُتر سے وہ گھنگور گھٹا آتی ہے

رکھا اکبر نہ گناہوں نے کسی قابل حیف
کس زباں سے کہوں بندہ ہوں حیا آتی ہے

رقیب چھوڑ چلا تم ملال کر بیٹھے
کدھر خیال گیا کیا خیال کر بیٹھے

بچاؤں کیونکر اسے کسطرح انہیں ٹالوں
غضب ہوا کہ وہ دل کا سوال کر بیٹھے

فلک کی چال ہے یہ آدمی کی چال نہیں
چلے تو لاکھوں ہی کو پائمال کر بیٹھے

خبر نہیں کہ ہے کاجل کی کوٹھری دنیا
یہاں جو بیٹھے وہ دامن سنبھال کر بیٹھے

ٹٹولتے ہیں جگر کو کہ دل کو ڈھونڈتے ہیں
وہ میرے سینہ میں کیوں ہاتھ ڈالکر بیٹھے

جہاں ہے نقش بر آب اسمیں دم کے دم ہے قیام
کوئی کسی سے یہاں کیا ملال کر بیٹھے

کیا خیال ذرا بھی نہ خون عاشق کا
حنا سے تم کف نازک کو لال کر بیٹھے

ہجوم چاک گریبانوں کا ہے کوچہ میں
حضور پردے سے کیوں منہ نکال کر بیٹھے

یہ کیا کیا کہ انہیں دیدیا دل اے اکبر
تمہیں خبر نہیں وہ تم سے چال کر بیٹھے

واہ کیا خوب اسیری مری تقدیر میں ہے	پاؤں زنجیر میں دل زلف گرہ گیر میں ہے
ہوگئی پشت بہ دیوار اُسے دیکھ کے خلق	اے پریزاد وہ حیرت تری تصویر میں ہے
کوششیں سینکڑوں کیں ہم نے اثر کچھ نہ ہوا	شدنی نام اُسیکا ہے جو تقدیر میں ہے
ہے یہ گھر آپ قدم رنجہ کریں یا نہ کریں	آپکی خاک قدم کا اثر اکسیر میں ہے
ہے یہ بےچین کہ دم بھر نہیں لیلیٰ کو قرار	کیسی جھنکار یہ مجنوں تری زنجیر میں ہے
او کماندار نہیں جان بھی ہیں مجھسے عزیز	ہے تعجب کہ مجھے کشمکش اک تیر میں ہے
میں بھی ہوں فکر میں تیری کہ برابر کی ہے چوٹ	تو جو اے چرخ ستمگر مری تدبیر میں ہے
ہے خدا سے مجھے فردوس کے ملنے کی اُمید	باپ آدم تھے مرے یہ مری جاگیر میں ہے

کیوں نہ بھاگے گی بلائے شب ہجر اے اکبر
اثر آہ سحر نالۂ شبگیر میں ہے

کملی اوڑھے ہوئے اے نازکے پالے آجا	اپنے قدموں سے مری آنکھیں لگالے آجا
اے مرے عالم رویا کے اوجالے آجا	خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹالے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

خاک سے اپنے مسافر کو اٹھالے آجا	اپنے قدموں سے مری آنکھیں لگالے آجا
بے بسی پر مری سب کرتے ہیں نالے آجا	بیکسی پر مری خوں روتے ہیں چھالے آجا

راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

انبیا میں سے کسی نے نہ یہ رتبہ پایا	تجھ پہ اللہ ہے یوسف پہ زلیخا شیدا

کون ہے عرش مکاں کون ہے شاہ دوسرا — کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا

اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

اے مسیحا مرے کیا رنگ کہار کہا ہے — مری بالیں پہ طبیبوں کو بھار کہا ہے
ملک الموت نے گو شور مچار کہا ہے — دم ترے دید کو آنکھوں میں لگار کہا ہے

سے رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا

میرے مولا مرے عصیاں مجھے شرماتے ہیں — موئے تن سے ہیں سوا گننے یہ کب آتے ہیں
بال بیکا نہو اعمال کو تلواتے ہیں — ہوں سیہ کار مرے عیب کیلئے جاتے ہیں

کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا

ہم سے عاصی ہیں گنہگار سبکر و محتاط — نیکیوں کی ہے کمی بار گنہ کی افراط
تھکے ماندوں میں کہاں یارا تر نیکی بساط — دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفان صراط

ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

شب معراج میں کیا لطف تھا اللہ غنی — خود کہا خالق اکبر نے کہ اے میرے نبی
ہمنے عرفاں کے خزانوں کی تجھے کنجی دی — وقف ہے تیرے لئے دولتِ کنز مخفی

کھل گئے ہفت سماوات کے تالے آجا

متصل عرش کے جب وہ شہ بطحا گزرا — بولے قدسی کہ وہ اللہ کا پیارا آیا
دھوم تھی چار و طرف صل علیٰ صل علیٰ — پہنچا محبوب تو مشاطۂ رحمت نے کہا

خلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا

خلوت راز میں پھر عرش سے آواز آئی
میرے محبوب خوش اسلوب رسول عربی
اے میرے لاڈلے اے ہاشمی المطلبی
ہمنے خوش ہوکے تجھے ساری خدائی بخشی

اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا

گل خوبی ہے تو اور گلشن وحدت ہے یہاں
جسکی صورت ہے تو اور حسن کی سیرت ہے یہاں
مایۂ ناز ہے تو آیۂ الفت ہے یہاں
رنگ وحدت ہے یہاں غنچۂ وحدت ہے یہاں

اے گل گلشن لولاک لمالے آجا

ہمنے دیکھا تجھے تو دیکھ ہمارا جلوہ
بے تکلف یہاں پہنے ہوئے نعلین کو آ
اب بھلا طالب و مطلوب میں پردا کیسا
لامکاں اپنا مکاں عرش سمجھ فرش بنا

تو ہمارا ترے ہم چاہنے والے آجا

ہائے دل ایک جوان عربی نے چھینا
آرزو ہے کہ مدینہ میں ہو مرنا جینا
اکبر آتا نہیں خوش ہند میں کھانا پینا
صورت لالہ ہے پرداغ بیاں کا سینا

پڑ رہے ہیں ترے بیمار کے لالے آجا

رباعی

کیا کر سکے گی موت درشتی کر کے
اک دم اس سے مار لینگے کشتی کر کے
ہم قوت بازوئے علی رکھتے ہیں
جنت لے لی ہے دھینگا مشتی کر کے

ایضاً

ہے الفت اہلبیت فرض انسان پر
عشق ان سے نہو تو آئے حرف ایمان پر
ذات انکی محیط جزو کل ہے اکبر
حکم انکا ہے جملۂ عالم امکان پر

قطعہ

اتفاق اسمیں یہی ہے کہ عجلت سے خراب
اُس بُرے وصف سے موصوف ہے شیطان لعین

کبھی ہو سکتا ہے یہ کل کا دن آجائے آج
لاکھ کوشش کریں سر ماریں یہ ممکن ہی نہیں

وصل قسمت میں ہے جس روز اُسی دن ہوگا
غم ہجر آدمی کے ٹالے سے ٹلتا ہے کہیں

آنیوالی ہے جو شے آپ ہی آجائے گی
ہم کو لازم نہیں ہم چھوڑ دیں صبر و تسکیں

ہے طبیعت میں جو سیماب کی خاصیت ہو
کیا بدل دیگی یہ رفتار سپہر برکیں

اور اگر ہم سے اُسے دور ہی رہنا ہے ضرور
پھر تو ہم رہ نہیں سکتے کبھی اس شے کے قریب

ہے جو قسمت میں کسی چیز کا شامل ہونا
عرش سے کھینچ کے لے آئیگی اسکو یہیں

کام فرمائے تانی کو ہر انسان اکبر
التانی من اللہ ہے قول شہ دیں

رباعی

کعبہ میں بھی جا کے دیکھ آیا تجھ کو
بتخانہ میں بھی کہیں نہ پایا تجھ کو

اکسیر کے نسخوں کی طرح سے دل میں
جس نے پایا تجھے چھپایا تجھ کو

تمام شد